حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد

أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ

[نہج البلاغۃ صہ ۳۶۸/۱ تحت ومن کلام لہ علیہ السلام قبل موتہ]

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (قبل الوفات بطور وصیت) فرمایا کہ کتاب و سنت کے ان دو ستونوں کو قائم رکھنا اور ان دو چراغوں کو روشن کیے رکھنا!

حدیثِ ثقلین

[مع جدید اضافہ جات و صلاح و ترمیم]

کتاب اللہ کے ساتھ "امامت" کی جگہ سنتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حجتِ شرعی ہونے کا مدلل ثبوت

نیز

"حدیثِ ثقلین" کی بنیاد پر مخالفین کے "خلافت بلافصل" اور "وجوبِ امامت" کو ٹھوس دلائل کے ساتھ باطل ٹھہرایا گیا ہے

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ العالی

محمدی شریف ○ ضلع جھنگ

مکہ بکس

۵۔ بخشی سٹریٹ بیرون موری گیٹ، سرکلر روڈ، لاہور

Www.Ahlehaq.Com

Www.Ahlehaq.Com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علی المرتضیٰ کا ارشاد

اَقِیْمُوا ھٰذَیْنِ الْعَمُوْدَیْنِ وَاَوْقِدُوْا ھٰذَیْنِ الْمِصْبَاحَیْنِ

کتاب و سنت کے ان دو ستونوں کو قائم رکھنا اور ان دو چراغوں کو روشن کئے رکھنا

حدیثِ ثقلین

از خامہ

جامع کمالاتِ علمیہ و عملیہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مدرس جامعہ محمدی شریف۔ ضلع جھنگ

الناشر

مکتبہ بکس۔ ۵، بخشی سٹریٹ۔ بیرون موری گیٹ، لاہور

Www.Ahlehaq.Com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

(طبع ثانی)

نام کتاب ———— حدیث ثقلین
نام مصنف ———— مولانا محمد نافع صاحب
ناشر ———— مکہ بکس - ۵ بخشی سٹریٹ
بیرون موری گیٹ - سرکلر روڈ - لاہور
مطبع ————
مقام اشاعت ———— مکہ بکس - لاہور
تعداد ———— ۱۱۰۰
تاریخ اشاعت (طبع ثانی) ———— جنوری ۱۹۸۴ء
قیمت مجلد ———— ۳۹/ روپے
قیمت عام ———— ۲۷/ روپے

Www.Ahlehaq.Com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

ترتیبِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	مقدمہ	۱۱
۱-	دین اور شریعت کی اصطلاحات	۱۱
۲-	اسلام کی اصولی ہدایت	۱۱
۳-	مسٹر پرویز کا مرکزِ ملت	۱۲
۴-	مسٹر پرویز کے ہاں حدیث کا مقام	۱۳
۵-	مرکزِ ملت کی بجائے مرکزِ امامت	۱۳
	فتنۂ انکارِ حجیتِ رسولؐ	
۶-	حجیتِ پیغمبر کا قرآنی نظریہ	۱۵
۷-	مرتبۂ امامت مرتبۂ نبوت کی نظیر	۱۶
۸-	اقرارِ امامت ختمِ نبوت کے منافی	۱۸
۹-	قطعی عقاید کیلئے قطعی دلائل کی ضرورت	۲۰
۱۰-	قرآن میں بارہ اماموں کی نص نہیں	۲۲
۱۱-	روایت من کنت مولاہ	۲۴
۱۲-	امامی حضرات کی حدیثِ ثقلین	۲۵
۱۳-	اہلسنت کے ہاں اہلبیتؓ کا مقام	۲۷
۱۴-	حضرتِ علامہ افغانی کی رائے گرامی	۳۰
۱۵-	تقریظ از حضرت استاذ شاہ صاحبؒ	۳۲
۱۶-	مؤلف کی ایک ضروری گزارش	۳۳
۱۷-	تمہیدِ کلام	۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حصہ اول	۳۷
۱۸-	دس ضروری تمہیدات	۳۷ ۴۰
۱۹-	روایتِ صحیفہ امام علی رضاؒ	۴۵
۲۰-	روایتِ طبقات ابن سعد	۴۸
۲۱-	عطیہ عوفی سنی کتبِ رجال میں	۴۹
۲۲	عطیہ شیعہ کتبِ رجال میں	۵۴
۲۳	روایتِ مصنف ابن ابی شیبہ	۵۲
۲۴	شریک بن عبداللہ پر کلام	۵۴
۲۵-	روایتِ مسند اسحٰق بن راہویہ	۵۴
۲۶-	مسند احمد کی آٹھ روایات	۵۶
۲۷-	روایتِ مسند عبد بن حمید	۶۱
۲۸-	یحییٰ بن عبدالحمید راوی	۶۲
۲۹-	روایتِ سنن دارمی	۶۳
۳۰-	نوادر الاصول حکیم ترمذی کی روایات	۶۴
۳۱-	زید بن حسن انماطی	۶۵
۳۲-	معروف بن خربوذ مکی	۶۷
۳۳-	نوادر الاصول کی بحث کا ضمیمہ	۷۱
۳۴-	مسلم کی روایت میں حقوق اہلبیت کے احترام کا حکم	۷۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۵	روایتِ مسلم کے متعلق ضروری امور	۷۴
۳۶	ثقلِ ثانی اہلبیتؑ نہ ہونے کے قرائن	۷۷
۳۷	ترمذی شریف کی روایات	۸۰
۳۸	علی بن المنذر الشیعی	۸۲
۳۹	محمد بن فضیل الشیعی	۸۳
۴۰	مسندِ بزار کی روایات	۸۵
۴۱	الحارث الاعور	۸۸
۴۲	اسانید امام نسائیؒ	۹۰
۴۲	ابومعاویہ غالی شیعہ	۹۴
۴۳	مولیٰ کے معنی اور حدیثِ ولائت کی بحث	۹۵
۴۴	روایتِ مسند ابی یعلیٰ	۹۸
۴۵	اسناد طبری بحوالہ کنز العمال	۹۹
۴۶	کثیر بن زید	۱۰۰
۴۷	روایت مسند ابی عوانہ بحوالہ طبقات	۱۰۱
۴۸	روایتِ امام طحاوی	۱۰۳
۴۹	اسناد ابی القاسم بغوی بحوالہ طبقات	۱۰۵
۵۰	ابنِ عقدہ شیعی کے اسانید ہشتگانہ	۱۰۷
۵۱	ابنِ عقدہ کا ذکرِ خیر (قابلِ دید)	۱۱۱
۵۲	روایت وعلج بن احمد سنجری	۱۱۶
۵۳	محمد بن سلمہ بن کہیل	
۵۴	روایت ابن جابی	۱۱۷
۵۵	روایت ابی بکر القطیعی	۱۱۸
۵۶	اسانید طبرانی ۶ عدد صغیر۔ اوسط۔ کبیر	
۵۷	عباد ابن یعقوب امامی	۱۲۰
۵۸	کثیر بن اسمٰعیل النوّاء	۱۲۱
۵۹	یونس بن ارقم	۱۲۳
۶۰	ہارون بن سعد	۱۲۴
۶۱	روایاتِ مستدرک حاکم ۴ عدد	۱۳۲
۶۲	ابوبکر محمد بن الحسین مجہول الحال	۱۳۳
۶۳	جریر بن عبد الحمید الضبی	۱۳۳
۶۴	عبدالملک الرقاشی	۱۳۶
۶۵	خلف بن سالم مخرمی	۱۳۶
۶۶	اسناد از مفسر ثعلبی	۱۴۲
۶۷	بحث مستدرک کا تتمہ	
۶۸	احمد بن الاجم کذّاب	۱۴۳
۶۹	اسناد از حلیۃ الاولیاء لابی نعیم	۱۴۴
۷۰	اسناد از تاریخ بغداد	۱۴۵
۷۱	اسناد ابی بکر البیہقی	۱۴۷
۷۲	تذکرہ اخطب خوارزم	۱۴۹
۷۹	ابوجعفر محمد بن علی مجہول	
۸۰	ابنُ المغازلی کے اسانید ۵ عدد	
۸۱	روایتِ حمیدی	
۸۲	روایت ابوالمظفر السمّعانی	
۸۳	روایت کتابُ الفردوس للدیلمی	۱۶۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۴	اسناد محی السنۃ بغوی	۱۶۴
۸۵	روایت العبدری	۱۶۵
۸۶	روایت بنقل قاضی عیاض	۱۶۶
۸۷	روایت ابی محمد العاصمی	۱۶۷
۸۸	اسناد اخطب خوارزم	۱۶۹
۸۹	ایک نام کے مختلف بزرگوں کا اشتباہ	۱۷۲
۹۰	اسناد ابن عساکر بحوالہ ابن کثیر	۱۷۳
۹۱	روایت ابی موسیٰ اصفہانی	۱۷۴
۹۲	روایت اُسد الغابہ لابن اثیر	۱۷۶
۹۳	روایت المختارہ للضیاء المقدسی	۱۷۹
۹۴	تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی	۱۸۰
۹۵	تذکرہ سبط ابن الجوزی	۱۸۰
۹۶	روایت از کفایۃ الطالب للکنجی	۱۸۷
۹۷	ینابیع المودۃ کی روایات پر بحث	۱۸۹
۹۸	روایات سلیم بن قیس ہلالی	۱۹۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تنبیہات	۲۰۶
۹۹	ثقل ثانی محل محبت ہیں واجب التمسک نہیں	
۱۰۰	ثقل ثانی کو واجب التمسک کہنے کے نتائج	
۱۰۱	اہل بیت کے معنی اور تعیین	
	حصہ دوم	
۱۰۲	تشریحات ستہ	
۱۰۳	کتاب وسنت واجب التمسک ہونے کی قرآنی شہادتیں	
۱۰۴	اولی الامر کے معنی کی تفصیل	
	سنت کے ماخذ ثانی ہونے کی	
۱۰۵	روایات باضافہ حوالہ جات	
۱۰۶	قرآن کے عمومی ماخذ ہونے کی ۱۲ روایات	
۱۰۷	حاصل مقصد	۲۴۷
۱۰۸	مسلمات شیعہ سے اصل مقصد کی تائید میں بارہ حوالے	۲۵۱

Www.Ahlehaq.Com

فہرستِ کُتب المراجع برائے کتاب حدیث ثقلین

۱- الموطا للامام مالکؒ (مالک ابن انس) سنہ ۱۷۹ھ

۲ مسندابی داؤد الطیالسی (سلیمان ابن داؤد بن جارود الطیالسی) سنہ ۲۰۴ھ

۳ سیرت ابنِ ہشام سنہ ۲۱۸ھ

۴ طبقات ابنِ سعد (ابوعبداللہ محمد ابنِ سعد ابن منیع الہاشمی) سنہ ۲۳۵ھ

۵ المصنف لابن ابی شیبہ (ابوبکر عبداللہ ابن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ الکوفی) سنہ ۲۳۵ھ

۶ مسند احمد بن حنبلؒ الشیبانی سنہ ۲۴۱ھ

۷- مسند عبد ابن حُمیدؒ قلمی پیر جھنڈا - سندھ سنہ ۲۴۳ھ / ۲۴۹

۸- السنن دارمیؒ (ابومحمد عبداللہ ابن عبدالرحمٰن التمیمی) سنہ ۲۵۵ھ

۹- نوادرالاصول للحکیم ترمذی (ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسین بن بشر بن المؤذن الملقب بحکیم ترمذی) سنہ ۲۵۵-۳۲۰ھ

۱۰- تاریخ کبیر للامام بخاریؒ (محمد بن اسمٰعیل البخاری) سنہ ۲۵۶ھ

۱۱- تاریخ صغیر للامام بخاریؒ (محمد بن اسمٰعیل البخاری) سنہ ۲۵۶ھ

۱۲ صحیح مسلمؒ (مسلم بن حجاج القشیری) سنہ ۲۶۱ھ

۱۳ السنن ابن ماجہؒ (ابوعبداللہ محمد بن یزید) سنہ ۲۷۳ھ / ۲۷۵

۱۴ جامع ترمذیؒ (ابوعیسیٰ محمد ابنِ عیسیٰ ترمذیؒ) سنہ ۲۷۵ھ / ۲۷۹

۱۵ السنن ابی داؤدؒ (سُلیمان ابن اشعث سجستانی) سنہ ۲۷۵ھ

۱۶ مسندِ بزّار (ابوبکر احمد ابن عمرو ابن عبدالخالق البزار) سنہ ۲۹۲ھ

۱۷ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی (ابوعبدالرحمان احمد ابن شعیب نسائی) سنہ ۳۰۳ھ

۱۸ السنن نسائی (ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی) سنہ ۳۰۳ھ

۱۹ الخصائص للنسائی (ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی) سنہ ۳۰۳ھ

۲۰ مسندِ ابی یعلیٰ (احمد ابن علی بن المثنیٰ التمیمی الموصلی، قلمی کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن) سنہ ۳۰۷ھ

۲۱	التاریخ لابن جریر الطبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ
۲۲	مسند ابی عوانۃ	یعقوب ابن اسحٰق بن ابراہیم الاسفرائنی بحوالہ طبقات الانوار	۳۱۶ھ
۲۳	مشکل الآثار	امام طحاوی ابوجعفر احمد ابن محمد بن سلامۃ	۳۲۱ھ
۲۴	کتاب الجرح والتعدیل للرازی	ابومحمد عبدالرحمان بن ابی حاتم الرازی	۳۲۷ھ
۲۵	روایات ابن عقدہ	ابوالعباس احمد ابن محمد بن سعید الکوفی المعروف ابن عقدۃ	۳۳۲ھ بحوالہ عبقات الانوار
۲۶	الصحیح لابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد البستی	۳۵۴ھ
۲۷	کتاب المجروحین لابن حبان	ابوحاتم محمد ابن حبان بن احمد البستی	۳۵۴ھ
۲۸	معاجم صغیر ـ اوسط ـ کبیر للطبرانی	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی	۳۶۰ھ
۲۹	احکام القرآن لابی بکر الجصاص	ابوبکر احمد بن علی الرازی	۳۷۰ھ
۳۰	السنن الدارقطنیؒ	ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵ھ
۳۱	المستدرک للحاکم نیشاپور	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵ھ
۳۲	حلیۃ الاولیاءؒ	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی	۴۳۰ھ
۳۳	اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی	۴۳۰ھ
۳۴	الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم	الامام ابی محمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری	۴۵۶ھ
۳۵	السنن الکبریٰ للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین ابن علی البیہقی	۴۵۸ھ
۳۶	تجرید التمہید لابن عبدالبر اندلسی		۴۶۳ھ
۳۷	جامع بیان العلم وفضلہ از ابن عبدالبر اندلسی		۴۶۳ھ
۳۸	کتاب التمہید لما فی المؤطاء من المعانی والاسانید لابن عبدالبر اندلسی		۴۶۳ھ
۳۹	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد ابن علی المعروف خطیب بغدادی	۴۶۳ھ
۴۰	کتاب الفقیہ والمتفقہ للخطیب بغدادی		۴۶۳ھ
۴۱	معالم التنزیل للبغوی	الحسین ابن مسعود ابومحمد محی السنۃ بغوی	۵۱۶ھ
۴۲	الشفاء فی حقوق المصطفیٰ	ابوالفضل عیاض ابن موسیٰ المالکی	۵۴۴ھ
۴۳	تاریخ ابن عساکر	ابوالقاسم علی ابن الحسن بن ھبۃ اللہ	۵۷۱ھ

۴۴ تفسیر کبیر، لفخرالدین رازی — ۶۰۶ھ

۴۵ رجال القرنین از ابوشامہ المقدسی السادس والسابع — ہفتم صدی ہجری

۴۶ النہایۃ فی غریب الحدیث لابن اثیر جزری — ۶۳۰ھ

(از عزالدین ابوالحسن علی ابن محمد بن عبدالکریم المعروف ابن اثیر جزری)

۴۷ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جزری — ۶۳۰ھ

۴۸ کتابُ المختارۃ للضیاء المقدسی — ۶۴۳ھ

(ضیاء الدین ابی عبداللہ محمد ابن عبدالواحد سعدی المقدسی)

۴۹ تذکرۃ الخواص لسبط ابن الجوزی — ۶۵۴ھ

(ابوالمظفر یوسف بن فرا وغلی المعروف سبط ابن الجوزی)

۵۰ کفایۃ الطالب للشیخ ابی عبداللہ محمد بن یوسف کنجی — ۶۵۵ھ

۵۱ الترغیب والترہیب ذکی الدین المنذری — ۶۵۶ھ

۵۲ تاریخ ابن خلکان — ۶۸۱ھ

۵۳ منہاج السنۃ لابن تیمیہ (احمد ابن عبدالحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی) — ۷۲۸ھ / ۷۴۸

۵۴ میزان الاعتدال للذہبی (ابوعبداللہ بن عثمان شمس الدین الذہبی) — ۷۴۸ھ

۵۵ البدایہ والنہایہ لابن کثیر (ابوالفداء عماد الدین الدمشقی) — ۷۷۵ھ / ۷۷۴

۵۶ مجمع الزوائد (نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی) — ۸۰۷ھ

۵۷ لسانُ المیزان لابن حجر عسقلانی (ابوالفضل احمد ابن علی العسقلانی) — ۸۵۲ھ

۵۸ تقریبُ التہذیب لابن حجر عسقلانی — ۸۵۲ھ

۵۹ تہذیبُ التہذیب لابن حجر عسقلانی — ۸۵۲ھ

۶۰ الصواعق المحرقہ لابن حجر مکی — ۹۷۳ھ / ۹۷۵

۶۱ کنز العمال للشیخ علی متقی ہندی — ۹۷۵ھ

۶۲ قانون الموضوعات لطاہر الفتنی والہندی (محمد الطاہر بن علی الہندی الفتنی) — ۹۸۶ھ

۶۳ نورالابصار فی مناقب اہل بیت النبی المختار — القرن ۱۳ الثالث عشر

از شیخ مومن بن حسن مومن الشبلنجی ۔ قرن الثالث عشر

۶۴ جامع صغیر للسیوطیؒ ۔ متوفی ۹۱۱ھ ۔ شرح فیض القدیر لعبد الرؤف المناوی المصری ۱۰۰۳ھ
۶۵ المصنوع فی احادیث الموضوع از ملا علی قاریؒ ۱۰۱۴ھ
۶۶ شرح مسلم الثبوت از مولانا بحر العلوم عبد العلیؒ ۱۲۲۵ھ
۶۷ بستان المحدثین از شاہ عبد العزیز دہلویؒ ۱۲۳۹ھ
۶۸ تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبد العزیز دہلویؒ ۱۲۳۹ھ
۶۹ فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعۃ الشوکانیؒ (محمد بن علی الشوکانی) ۱۲۵۰ھ
۷۰ تفسیر روح المعانی از سید محمود آلوسی ۱۲۷۰ھ

فہرست کتب شیعہ استفادہ نمودہ برائے کتاب حدیث ثقلین

۱ کتاب سلیم ابن قیس الہلالی (حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ہے) اوّل صدی
۲ صحیفہ امام علی رضاؑ ۲۰۳ھ
۳ تفسیر قمی (ابی الحسن علی ابن ابراہیم بن ہاشم القمی) ۳۰۷ھ
۴ اصول کافی از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ
۵ نہج البلاغہ (از شیخ سید شریف الرضی ابی الحسن محمد ابن ابی احمد الحسین) ۴۰۴ھ
۶ رجال کشی از ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی القرن الرابع
۷ احتجاج طبرسی (شیخ احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی) ۵۴۸ھ
۸ تفسیر مجمع البیان (از الشیخ ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی) ۵۴۸ھ
۹ مناقب اخطب خوارزم ۵۶۸-۵۷۱ھ / ۴۲۲ھ
۱۰ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ (از علی بن عیسیٰ اردبیلی) سن تالیف ۶۸۷ھ
۱۱ جامع الرواۃ (از محمد بن علی اردبیلی) سن تالیف ۔ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ
۱۲ رجال تفرشی (از آقا میر مصطفےٰ تفرشی) سن تالیف ۱۰۱۵ھ
۱۳ تفسیر الصافی از محمد بن المرتضیٰ الحسن الملقب بالفیض کاشانی ۔ فی قرن حادی عشر

۱۴ منتہی المقال فی اسماء الرجال از محمد بن اسمٰعیل ابو علی فی قرن ثانی عشر

۱۵ ملخص المقال فی تحقیق احوال الرجال از ابراہیم بن الحسین بن علی بن الغفار الدنبلی ۔ سن تالیف ۱۲۷۶ھ

۱۶ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات ۔ از میرزا محمد باقر موسوی خوانساری ۔ سن تالیف ۱۲۸۷ھ

۱۷ ینابیع المودۃ للشیخ سلیمان قندوزی طبع بیروت ۔ سن تالیف ۱۲۹۱ھ

۱۸ تحفۃ الاحباب فی نوادر آثار الاصحاب للشیخ عباس قمی ۱۳۵۹ھ

۱۹ رجال مامقانی تنقیح المقال از شیخ عبداللہ مامقانی ۔ صدی ۱۳ سیزدہم

۲۰ عبقات الانوار از میر حامد حسین لکھنوی صدی سیزدہم

۲۱ کتاب فلک النجاۃ از مولوی علی محمد شیعی و حکیم امیر دین شیعی جھنگوی ۔ صدی ۱۴۰۰ھ چہاردہم

Www.Ahlehaq.Com

تقدمہ

از حضرت مولانا خالد محمود صاحب سیالکوٹی زید مجدہم

کلمہ اسلام، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں پہلا جزو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہمارے دین کا بیان اور دوسرا جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہماری شریعت کا عنوان ہے۔ انبیاء آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں، جن کی بنیاد ایک ہوتی ہے مگر مائیں مختلف۔ اسی طرح انبیائے کرام کا دین بھی ہمیشہ سے ایک رہا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴿پ انعام﴾

مگر شریعتیں مختلف دوروں میں بدلتی رہی ہیں۔ آخری شریعت جناب حضور اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔

اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ [1]

ہاں بعض اوقات دین کا لفظ زیادہ وسیع معنوں میں بھی آتا ہے اور دین اور شریعت دونوں کو شامل ہوتا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ میں یہی اطلاق مراد ہے۔ کلمہ اسلام کی یہی ذمہ داری ہم پر اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی صورت میں عاید ہوتی ہے اور اس حقیقت سے کوئی متبصر انکار نہیں کر سکتا کہ اب اسلام سے مراد اللہ تعالیٰ اور حضور اکرمؐ کی تعلیمات ہی ہیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے سفر آخرت سے پہلے اسی اصول کی توثیق فرمائی:

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ [2]

(ترجمہ) میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان کا سہارا لیے رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (۱) اللہ کی کتاب (۲) اس کے نبیؐ کی سنت

---

[1] مسند احمد ۲ صـ ۴۳۷ ادکما قال

[2] موطا امام مالک صـ ۳۶۳

اسلام کی یہ اصولی ہدایت منکرین حدیث پر بہت گراں تھی۔ انہوں نے اس کے پہلے جزو کا تو اقرار کیا لیکن دوسرے جزو میں ترمیم کر دی اور اس کی بجائے مرکزِ ملت کی ایک نئی اصطلاح تجویز کی۔ ان کے خیال میں اسلام کا سرچشمہ یہ دو چیزیں ہیں :-

۱۔ قرآن ۲۔ مرکزِ ملت

مسٹر پرویز لکھتے ہیں :-

"بعض مقامات میں اللہ اور رسولؐ کے الفاظ کی بجائے قرآن اور رسولؐ کے الفاظ بھی آئے ہیں جن کا مفہوم بھی وہی ہے یعنی مرکزِ ملت جو قرآنی احکام کو نافذ کرے۔" [۱]

ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضور اکرمؐ بھی اپنے وقت میں مرکزِ ملت تھے۔ ان کے نزدیک احادیث اس دَور کی تاریخ ہیں کہ حضور اکرمؐ کے زمانے میں قرآنی ہدایت کس صورت میں متشکل ہوئی۔ ان کے ہاں یہ صرف اس دور کی شریعت تھی حضورؐ کے بعد یہ حق بعد کے مرکزِ ملت کو حاصل ہے کہ وہ قرآنی خطوط پر نئے سِرے سے جزئیات مرتب کرے۔ یہ نئی جزئیات اپنے دَور کی شریعت کہلائیں گی۔ ہر دَور کا مرکزِ ملت اپنے اپنے وقت کی شریعت طے کرے گا۔ ابدی ہدایت صرف قرآن اور مرکزِ ملت ہیں جو ہر دَور میں موجود رہیں گے۔ ان جیسے لوگوں کے نزدیک اِس جہان سے انتقال کرنے والی کوئی شخصیت لوگوں پر خدا کی حجت نہیں ہو سکتی۔

مسٹر پرویز لکھتے ہیں :-

"اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعیّن فرمودہ جزئیات کو قرآنی جزئیات کی طرح قیامت تک واجب الاتباع (یعنی ناقابلِ تغیر و تبدل) رہنا تھا تو قرآن نے ان جزئیات کو خود ہی کیوں نہ متعیّن کر دیا؟ یہ سب

---

[۱] معارف القرآن ج ۴ صفحہ ۶۴۳

جزئیات ایک ہی جگہ مذکور اور محفوظ ہو جاتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر خدا کا منشار یہ نہ ہوتا کہ زکوٰۃ کی شرح قیامت کے لئے اڑھائی فیصدی ہونی چاہئے تو وہ اسے قرآن میں خود نہ بیان کر دیتا۔ [۱]

" روایات اس عہدِ مبارک کی تاریخ ہیں کہ رسول اللہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ نے اپنے عہد میں قرآنی اصول کو کس طرح متشکل فرمایا تھا۔ یہ اس عہدِ مبارک کی شریعت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ حق صرف صحیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکزِ ملت اور اس کی مجلس شوریٰ کا ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف اُن جزئیات کو مرتب و مدون کر سکے جن کی قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی۔ پھر یہ جزئیات ہر زمانے میں ضرورت پڑنے پر تبدیل کی جاسکتی ہیں ، یہی اپنے زمانے کے لئے شریعت ہیں " [۲]

یہ الحادی نظریہ نیا نہیں۔ اس کی داغ بیل اسی وقت پڑ گئی تھی جب حدیثِ ثقلین کتابُ اللہِ وسُنّتی کے مقابلہ میں کتابُ اللہ وعترتی کے الفاظ پیش کر کے سنت کو رستے سے ہٹایا گیا تھا۔ مسٹر پرویز یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد یہ حجیت مرکزِ ملت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

حکیم طوسی امامت کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان الحافظ للشرع لیس ھو الکتاب لعدم احاطتہ بجمیع الاحکام التفصیلیۃ ولا السنۃ لذٰلک ایضاً۔

اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ پیغمبر کی وفات کے بعد یہ حجیت مرکزِ امامت کی طرف منتقل ہے۔ ان کے ہاں چشمۂ ہدایت ہی دو امر تھے۔ (۱) کتاب اللہ (۲) عترت۔ معلوم ہوتا ہے کہ حجیتِ رسولؐ کے انکار کا یہ الحادی نظریہ مسٹر پرویز کی کوئی اپنی پرواز نہیں بلکہ اس میں انہوں نے ان امامی حضرات کی پیروی کی ہے جو

---

[۱] مقامِ حدیث ج ص ۲۹۲ ، ۲۹۳ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی [۲] مقامِ حدیث ص ۳۹ [۳] شرح تجرید ص ۲۲۸ قم۔

رسول اللہؐ کی وفات کے بعد خدا کی حجت مرکزِ امامت کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ دونوں طبقوں میں فرق یہ ہے کہ مسٹر پرویز مرکزِ ملت کو پوری قوم سے منتخب کرتے ہیں۔ لیکن امامی حضرات اسے ایک میں سے ایک کی شکل میں عترتِ رسولؐ میں منحصر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس بات پر دونوں کا اتفاق ہے کہ پیغمبر کی ذات اپنی وفات کے بعد خدا کے بندوں پر خدا کی حجت نہیں رہتی۔

حضرت امام جعفر صادقؓ کے اصحاب میں منصور بن حازم ایک مشہور راوی گزرے ہیں وہ اپنے عقائد کی تبلیغ کا یہ واقعہ حضرت امام کی خدمت میں پیش کرکے ان سے دعاً لیتے ہیں :-

قلتُ للناس تعلمون انّ رسولَ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلّم كانَ هوَ الحجّة مِنَ اللهِ على خلقهِ قالوا بلىٰ قلتُ فحين مضىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلّم من كانَ الحجة على خلقهِ ـ فقالوا القرآنُ ـ فنظرتُ فِي القرآن فاذا هو يخاصِمُ بهِ المرجئى والقدرى وَالذِ نديق الذى لا يؤمن حتىّ يغلب الرّجال بخصومته فعرفتُ انّ القرآن لا يكون حجّة الّا بقيّمٍ فما قال فيهِ مِنْ شيئٍ كانَ حقّاً ۔۔۔۔ فاشهدُ انّ عليّاً عليه السّلامُ كانَ قيّمُ القرآن وَ كانتْ طاعتهٗ مفترضة وكانَ الحجّة على النّاسِ بعدَ رسولُ اللهِ صلىّ الله عليه وسلّمؐ (اصول کافی - جلد ۱ - ص۱۶۸)

مَیں نے لوگوں کو کہا، کیا تم جانتے ہو کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر خدا کی طرف سے حجت تھے۔ انہوں نے کہا، کیوں نہیں! مَیں نے کہا کہ جب حضورؐ انتقال فرما گئے تو پھر خدا کی مخلوق پر خدا کی حجت کون ہوگا۔ انہوں نے کہا قرآن! مَیں نے قرآن میں غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسی کو لے مرجئہ قدریہ اور زندیق جو ایمان بھی نہیں رکھتے جھگڑ رہے ہیں اور لوگوں پر اپنے جھگڑے سے غالب آ رہے ہیں۔ اس سے مَیں نے جانا کہ قرآن بھی حجت نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے ساتھ قیّم نہ ہو۔ وُہ جو قرآن کے بارے میں کہے وہ حق ہوگا... مَیں گواہی دیتا ہوں کہ قیّم بالقرآن حضرت علیؓ تھے اور ان کی اطاعت فرض تھی اور

لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہی کی ذات خدا کی حجت تھی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ بھی اپنے دور تک حجت تھے۔ اُن کے بعد یہ حجیت باری باری اگلے مرکزِ امامت میں منتقل ہوتی رہی۔ حضرت امام علی نقیؒ نے اپنے دور میں فرمایا:-

زمین حجتِ خداوندی سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ اس وقت خدا کی حجت خدا کی قسم میں ہوں۔	ان الارض لا یخلو من حجۃ انا واللہ ذٰلک الحجۃ۔ اصول کافی ص۱۷۹، طہران

ہمیں اِس وقت اس سے بحث نہیں کہ ان حضرات کے پاس اپنے اس عقیدہ کی تائید میں کیا دلیل ہے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے کہ جس طرح ہم قیامت تک کے انسانوں کے لئے حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی کو ہی حجت اور سند سمجھتے ہیں۔ یہ امامی حضرات، حضورؐ کے بعد یہ حجیت مرکزِ امامت میں منتقل کرتے ہیں۔ مسٹر پرویز مرکز امامت کی بجائے مرکزِ ملت تجویز کرتے ہیں۔ قرآن کے ساتھ دوسری حجتِ خداوندی مرکز ملت ہو یا مرکزِ امامت، یہ ان دو طبقوں کا باہمی اختلاف ہے۔ ہم جمہور اہل اسلام اپنے اور خدا کے مابین حضور اکرمؐ کی ذاتِ کریمہ کو اب بھی حجت سمجھتے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ آخرت کی عدالت کا فیصلہ کتاب اللہ و سنتی پر ہی موقوف ہے۔ اس کا معیار نہ کتاب اللہ + مرکز ملت ہیں اور نہ کتاب اللہ + مرکز امامت۔ ہمارا ہمیشہ تک کے لئے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ نہ ہم جزوِ ثانی کو محض ڈاک رسانی تک محدود کرتے ہیں اور نہ اس کی حجیت ختم کر کے، یہ عہدہ کسی اور مرکزِ امامت کے سپرد کرتے ہیں۔ قرآن پاک حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی کو ہی آخرت کے حساب کتاب کے لئے بطور حجت پیش کرتا ہے:

اے اہل کتاب، بیشک ہمارے رسول تمہارے پاس ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ مدت سے رکا تھا، آ پہنچے ہیں۔ صاف صاف	یا اھل الکتٰب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من

بَشِيۡرٍ وَّلَانَذِيۡرٍ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ ۝ (پ۶ - المائدہ)

بتلاتے ہوئے تاکہ تم بوقتِ حساب یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا اب تو تمہارے پاس بشیر و نذیر آگئے ہیں۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اب تمہارے عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اب تمہارے حساب کے لئے حجت قایم ہو چکی ہے اور وہ حجت اس بشیر و نذیر کی ذات ہے، جو تمہیں جزا کی بشارتیں دے رہا ہے اور سزا سے بھی ڈرا رہا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتمام حجت صرف حضورؐ کے زمانے کے لوگوں تک کے لئے ہے اور بعد میں کوئی اور عہدۂ امامت حجتِ خداوندی ہوگا یا حضور اکرمؐ صلعم کی ذاتِ گرامی ہی ان تمام لوگوں کے لئے حجت رہے گی جن تک یہ قرآن پہنچے قرآن سے پتہ چلتا ہے حضور اکرمؐ ہر اس شخص کے لئے بشیر و نذیر ہیں جسے بھی یہ قرآن پہنچے اور آپ کی یہ حجیت قیامت تک کے لئے قائم ہے۔ قل اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ (آپ اعلان کر دیجئے کہ یہ قرآن میری طرف اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ تمہیں اور ہر اس شخص کو جسے یہ قرآن پہنچے، آخرت کے عذاب سے ڈراؤں

یہاں کم میں حضور کے زمانے کے لوگ اور من بلغ میں قیامت تک آنے والے تمام لوگ مراد ہیں۔

ان آیات قرآنی کی روشنی میں ہر وہ روایت جو قرآن کے ساتھ دوسرا درجہ ذاتِ رسالت کی بجائے کسی اور مرکزِ امامت کو تجویز کرے یقیناً محلِ کلام ہوگی اور اس روایت کے اسناد محتاجِ تحقیق ہوں گے جو کتاب اللہ کے ساتھ عترت کو واجب التمسک اور ثقل ثانی قرار دے۔

ممکن ہے بعض حضرات کہیں کہ یہ مرتبۂ امامت نبوت کے قائم مقام نہیں۔ محض منصبِ خلافت کے طور پر ہے مگر یہ بات صحیح نہیں۔ امامی حضرات اسے

محض ایک انتظامی منصب نہیں، ایک آسمانی عہدہ سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ مرتبہ نبوت کی نظیر[1] ہے صرف خلافت کا بدل نہیں۔ ان کے نزدیک جس طرح پیغمبر مامور من اللہ مبعوث للخلق مفترض الطاعۃ اور معصوم ہوتے ہیں، اسی طرح امام بھی یہی صفات رکھتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ نبی کی طرح امام کو بھی خدا مقرر کرتا ہے اور اس کی شخصیت خدا کی طرف سے معین اور منصوص علیہ ہوتی ہے[2]۔

جمہور اہلِ اسلام یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی آسمانی عہدہ نہیں اور آپ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی فرد مفترض الطاعۃ نہیں۔ خلافت ایک انتظامی منصب ہے کوئی درجۂ ماموریت نہیں۔ خلیفہ وہی ہے جو مہماتِ سلطنتِ اسلام شورائی طریق سے انجام دے۔ حضور اکرمؐ کے بعد کسی اور آسمانی ہدایت کا نزول نہیں اور نہ اس کا انتظار ہے۔ آنحضرت صلعم نے قرآنِ کریم کی عملی شاہراہ اپنی سنت سے قائم فرما دی۔ ہر روز نئے پیش آنے والے مسائلِ قرآن اور حدیث کی نصوص میں ہی غیر منصوص انداز میں لپٹے ہوئے ہیں۔ ان کی دریافت فقہ کہلاتی ہے۔ یہ بات نہایت پختہ اور محکم ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی ایسا منصب نہیں جو

---

[1] ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:۔ "مرتبہ امامت نظیر، مرتبۂ نبوت و مثلِ آنست بلکہ چنانچہ نبوت رسالتے است از جانبِ خدا بوساطتِ ملک امامت نیز فی الحقیقت نبوتے است، بوساطتِ نبی" حیات القلوب۔ جلد ۳، صفحہ ۱۸، مطبوعہ ایران)۔

"بالضرورت نصِ تعیین امام را کہ فی الحقیقت نبوتے است بحسبِ معنی البتہ باختیارِ امت نخواہد بود" (حیات القلوب ۳، صفحہ ۲۲)

"منصبِ امامت نظیرِ نبوت است زیراکہ ہر دو ریاستے عام است بر ہمہ مکلفین در جمیع امورِ دین و دنیا" (حیات القلوب ۳، صفحہ ۲۲)۔

[2] شرح تجرید میں ہے ذهبت الامامیة خاصة الیٰ ان الامام یجب ان یکون منصوصاً علیہ۔ (شرح تجرید للحکیم الطوسی، صفحہ ۲۲۹۔ مطبع قم)۔

مامور من اللہ اور مفترض الطاعۃ ہو۔ جمہور اہلِ اسلام اسی مضمون کو اپنا عقیدہ ختم نبوت قرار دیتے ہیں۔ امامی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کے بعد ماموریت کا یہ درجہ نبوت کے نام سے تو نہیں مگر امامت کے نام سے ضرور باقی ہے۔ امام بھی خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے[۱]۔ یہیں تک نہیں، یہ حضرات ان اللہ کے لئے ایک باطنی وحی[۲] بھی تجویز کرتے ہیں اور حلال وحرام کا مدار انہیں ہی ٹھہراتے ہیں۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔

الائمۃ علیھم السلام بمنزلۃ رسول الله علیه وسلم الا انھم لیسوا بانبیاء ولا یحل لھم من النساء ما یحل للنبی فاما ما خلا ذلک فھم بمنزلۃ رسول الله۔ (اصول کافی جلد ۱۔ صفحہ ۲۷۰)

ائمہ علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی درجے میں ہیں .... ہاں وہ پیغمبر نہیں اور ان کے لئے اتنے نکاح جائز نہیں جتنے پیغمبر کے لئے ہیں۔ نبوت اور تعدادِ ازواج کے سوا وہ ہر بات میں جنابِ رسالتمآبؐ کے درجے میں ہیں۔[۳]

ملا محسن (الملقب بملا فیض) منھاج النجاۃ میں لکھتے ہیں:

کل ما اشترط فی النبی من الصفات — نبی کے لئے جو شرائط ہیں وہی

---

[۱] حضرت صادقؓ، حضرت حسینؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: انّہٗ امامٌ من قبل اللہ تعالیٰ ومفترضُ الطّاعۃ علی العباد (تہذیبُ الاحکام لمحمدّ بن حسین طوسی صفحہ ۲۷ - ایران)۔

[۲] مختلف الملئکۃ ومھبطِ الوحی (تہذیب الاحکام۔ کتاب المزار صفحہ ۲۳)۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ حضورؐ کے بعد اس قسم کے اقرارِ امامت اور اس قسم کی وحی باطنی کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں "امام باصطلاحِ ایشاں مفترض الطاعت منصوب للخلق است ووحیِ باطنی در حقِ امام تجویز می نمایند پس درحقیقت ختمِ نبوت را منکر اند، گو بزبانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاءؑ می گفتہ باشند۔ (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۲۴۴)، شرح تجرید میں بھی تبلیغ الوحی والالھامِ من اللہِ تعالیٰ کے الفاظ ملتے ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۲۸۸ طبع قم)۔

[۳] انما الوقوف علینا فی الحلال والحرام فاما النبوۃ فلا۔ (اصول کافی صفحہ ۲۶۸، ایران ۳ صفحہ ۲۵۳ لکھنؤ)۔

فھو شرط فی الامام ماخلا النبوّۃ قال الصادق علیہ السلام کلّ ما کان لرسول اللہ فلنا مثلہٗ الّا النبوّۃ والزواج ۔ ؎۱	سب امام کی شرائط ہیں سوائے نبوت کے ۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں، ہر وہ مقام جو حضورؐ کو حاصل تھا ہم بھی اپنے لئے اسی کے قایل ہیں

سوائے نبوّت اور تعدادِ ازواج کے ۔

جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک اس قسم کا تصوّرِ امامت، آنحضرت صلعم کی شانِ ختمِ نبوّت کے قطعاً خلاف ہے ۔ ختمِ نبوّت کا لفظی اقرار اور نبوّت کی تمام صفات کا امام میں اثبات یہ ایسا الحاد ہے جس سے عقیدۂ ختمِ نبوّت پر بڑی ضرب لگتی ہے اور اس اقرارِ امامت کے بعد ختمِ نبوّت تسلیم کرنے کا کوئی معنی نہیں رہتا ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں :-

او قال ان النبی خاتم النبوّۃ ولکنّ معنی ھٰذا الکلام انہٗ لا یجوز ان یسمّٰی بعدہٗ احدٌ بالنبی و امّا معنی النبوّۃ وھو کونُ الانسان مبعوثاً من اللہ تعالٰی الی الخلق مفترض الطاعۃ، معصوماً عن الذنوب ومن البقاء علی الخطاء فھو موجودٌ فی الائمّۃ بعدہٗ فذٰلک ھو الزّندیق ۔ ؎۲	یعنی جو شخص یہ کہے کہ حضور خاتم النبیّین ہیں، لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کا نام نہیں دیا جائے گا ۔ لیکن نبوّت کا جو معنی ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالٰی کی طرف سے لوگوں کے لئے مفترض الطاعۃ اور معصوم ہو کر مبعوث ہو ۔ یہ صفاتِ نبوّت حضورؐ کے بعد ائمہ میں بھی موجود ہیں تو ایسا شخص

شرعاً زندیق قرار پائے گا ۔

ہم یہاں یہ بحث نہیں کرنا چاہتے کہ اس عقیدۂ امامت میں کون کون سی ضروریاتِ دین اِہمال ہو رہی ہیں ۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان حضرات

؎۱ منہاج النجات صفحہ ۲۸ ایران ۔ ؎۲ المسوّی عربی شرح موطا ۲ صفحہ ۱۱ دہلی ۔

کا تصورِ امامت، جتنا اونچا خوش کُن اور قطعی ہے کہ اس کے بغیر ان کے ہاں کوئی شخص مومن قرار نہیں پاتا تو کیا ان کے پاس اپنے دعوے پر کوئی ایسی ہی روشن اور قطعی دلیل بھی موجود ہے؟ قرآنِ کریم میں کسی جگہ منصوص اور قطعی صورت میں اس کی خبر ملتی ہے؛ جس انداز کا یہ قطعی عقیدہ ہے۔ کیا اسی انداز کی قطعی دلیل بھی قرآنِ کریم میں موجود ہے؟ اور اگر قرآنِ کریم میں نہیں تو کیا کسی حدیثِ متواتر میں اس عقیدۂ امامت کی تصریح ملتی ہے؟ قرآنِ کریم اور حدیثِ متواتر ہی وہ دو بنیادیں ہیں، جن پر عقائد کی بنا ہو سکتی ہے۔ اخبارِ احاد گو کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہو کسی قطعی عقیدے کے اثبات کے لئے کافی نہیں ہیں۔

لا یخفیٰ اَنَّ المعتبر فی العقائد ھو الادلة الیقینیة و احادیث الاحاد لو ثبتت انما تکون ظنیة [1]

مخفی نہ رہے کہ عقائد کے باب میں صرف دلائلِ یقینیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ احادیثِ احاد اگر ثابت بھی ہو جائیں تو بھی ظنّی الثبوت رہیں گی۔

غرناطہ کے جلیل القدر فاضل ابراہیم بن موسٰی الشاطبی، دلائل کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

فانھا ان کانت من اخبار الاحاد فعدم افادتھا القطع ظاھر وان کانت متواترة فافادتھا القطع موقوفة علی مقدمات۔ [2]

دلیل اگر خبرِ واحد سے ہو تو اس کا کسی قطعیت کا فائدہ نہ دے سکنا، خود ظاہر ہے اور اگر وہ خبر متواتر ہو تو اس کا قطعیت کا فائدہ دینا پھر کئی مقدمات پر موقوف ہے۔ (یعنی اس دلیل کی اپنے مدعا پر دلالت بھی ظنّی نہ ہونی چاہیئے)۔

اِن حقائق سے واضح ہے کہ عقائدِ قطعیہ ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل کی ضرورت ہے جو ثبوتاً بھی متواتر ہوں (جیسے قرآنِ کریم اور حدیث متواتر) اوران کی

---

[1] شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ کانپور [2] الموافقات جلد ۱، صفحہ ۳۵ مطبوعہ مصر

اپنے مدعا پر دلالت بھی قطعی ہو۔ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل کے بغیر کسی عقیدے کو قطعی نہیں کہا جا سکتا۔

اس اصول کے پیش نظر جب ہم اس عقیدۂ امامت پر غور کرتے ہیں تو جتنا یہ دعویٰ اونچا اور قطعی سنائی دیتا ہے۔ اس کے مطابق ایک بھی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل نہیں ملتی۔ امامی حضرات دعوے تو یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک مستقل مَامُوْرٌ مِنَ اللہ اور مُفْتَرَضُ الطَّاعَۃ منصب امامت کے نام سے باقی ہے اور حضرت علی رض مرتضیٰ اور باقی گیارہ امام، نام بنام بنص جلی اس منصب پر فائز ہیں۔ ان کی امامت خدا کی طرف سے قائم اور خدا کی مخلوق پر خدا کی حجت دائم ہے اور ان کی نام بنام امامت، اسی طرح قطعی اور ضروری ہے، جیسے خدا کی توحید، حضورؐ کی رسالت اور قیامت کے عقائد قطعی اور ضروری طور پر ثابت ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس بلند بانگ دعویٰ پر ان حضرات کے پاس ایک بھی قطعی دلیل موجود نہیں۔ قرآن پاک میں عترت رسولؐ کی فضیلت ثابت ہو تو بھی عترت کے کسی معین فرد پر یہ نص جلی ہرگز نہیں چہ جائیکہ اس پر منصوص عقیدۂ امامت قائم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ امامی حضرات جب ان آیات پر آتے ہیں تو انہیں روایات ساتھ ملانے سے چارہ نہیں رہتا۔ اس صورت میں مدار استدلال وہ روایات ہوتی ہیں نہ کہ قرآن کریم کی نص جلی۔ قرآن کریم میں بارہ اماموں کی امامت پر نص جلی تو درکنار، حضرت علی مرتضیٰ رض اور حضرت حسن رض و حسین رض کا نام تک منصوص نہیں چہ جائیکہ ان کی مفترض الطاعۃ امامت کا عقیدہ قرآن کے ذمہ لگایا جا سکے۔

امامی روایات میں ہے کہ یہی سوال حضرت جعفر صادق رض سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بے شک حضرت علی رض کا نام قرآن میں موجود نہیں اور پھر عقیدۂ امامت کی نص کے طور پر حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ پیش کی۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بارہ اماموں کی امامت پر قرآن کریم میں کوئی نص صریح نہیں اور ظاہر ہے کہ اخبار احاد سے قطعی عقائد ثابت نہیں کئے جا سکتے۔ حضرت جعفر صادق رض سے کہا گیا:۔

إنَّ النَّاسَ يقولونَ فما لهٗ لمْ يُسَمِّ عليًّا وأهلَ بيتهٖ عليهمُ السّلامُ في كتابِ اللهِ عزّ وجلَّ فقال قولوا لهُمْ۔ انّ رسولَ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ نزلَتْ عليه الصّلوٰةُ ولم يُسمِّ اللهُ لهُمْ ثلاثًا ولا اربعًا حتّٰى كانَ رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليه وسلّمَ هُوَ الّذي فسّرَ ذٰلكَ لهُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ونزلَتْ اَطِيعُوا اللهَ واطيعُوا الرَّسُولَ واُولي الاَمْرِ مِنْكُمْ وَنزَلَتْ فِي عليٍّ والحسنِ والحُسَينِ ، فقال في عليٍّ مَنْ كُنْتُ مولاهُ فعليٌّ مولاهُ وقالَ اُوصيكم بكتابِ اللهِ واهلُ بيتي ۔ [1]

لوگ کہتے ہیں خدا کو کیا ہوا کہ وہ حضرت علیؓ اور اُن کے اہلِ بیت کا نام معیّن طور پر قرآنِ پاک میں نہیں لایا ۔ اس پر آپ نے فرمایا، ان لوگوں سے کہو کہ حضور اکرمؐ پر نماز کا حکم تو قرآن میں آیا لیکن تین یا چار رکعتوں کا نام قرآنِ پاک میں نہیں حتی کہ اسے حضورؐ نے ہی بیان فرمایا ۔ اسی طرح آیت اُولی الامر نازل ہوئی جو حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے حق میں تھی ۔ حضورؐ نے، مَنْ كُنْتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ فرما کر حضرت علیؓ کا تعیّن فرما دیا اور یہ کہہ کر کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں :۔ کتاب اللہ اور اہلِ بیت ۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ کا تعیّن فرمایا اور ان کی نشان دہی انہیں ایک چادر کے نیچے کر کے فرما دی ۔

اس روایت کی رُو سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآنِ کریم میں بارہ اماموں کی نام بنام امامت پر کوئی نصِ صریح موجود نہیں چہ جائیکہ اس فرضی عقیدۂ امامت کو، توحید، رسالت اور قیامت کے عقایدِ قطعیہ کے ہم پلّہ ایک ضروری عقیدہ قرار دیا جا سکے ۔ اس مفترض الطاعۃ نام بنام امامت کو قرآن کے ذمے لگانا علم و دیانت کا خون کرنا ہے ۔

اس میں شک نہیں کہ حضورِ اکرمؐ کے ارشادات بھی عین شریعت ہیں، لیکن اُن کا آنحضرتؐ سے ثابت ہونا، جب تک یقینی اور متواتر نہ ہو، ان پر عقایدکی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی ۔ بایں ہمہ انہیں قرآن کی نصِ جلی کہنا صحیح نہ ہوگا ۔ ایسے نصوصِ قرآن کی بجائے نصوصِ حدیث

[1] اصول کافی جلد ۱ ۔ صفحہ ۲۴۷ طہران

کہلائیں گی۔ اخبارِ احاد ہونے کی صورت میں ان کا ثبوت ظنی ہوگا اور اگر وہ اپنے مدعا پر نصِ صریح نہیں تو پھر اپنے دعوے پر ان کی دلالت بھی ظنی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ روایات کے سہارے توحید ورسالت کے ہموزن قطعی عقائد ثابت نہیں کئے جا سکتے۔

فرض نمازوں کی تعدادِ رکعات، آنحضرتؐ سے متواتر طور پر منقول ہے اور عدد اپنے معنی میں بھی کسی دوسرے مفہوم کے متحمل نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بارہ اماموں کی نام بنام مفترض الطاعت امامت بھی کیا کسی ایسی ہی متواتر الثبوت اور قطعی الدلالت روایت سے ثابت ہے؟ حضرت جعفر صادقؓ نے امامی روایات کے مطابق اس کیلئے دو حدیثیں پیش فرمائی ہیں، حدیثِ ولائیت اور حدیثِ ثقلین۔ اگر یہ دو روایات آنحضرتؐ سے ثبوتاً متواتر ہوں اور اُن کی دلالت بھی اپنے مدعا پر قطعی اور صریح ہو تو بیشک ایک مفترض الطاعت امامت حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کے نام حدیث کی رُو سے، منصوص قرار پاتی ہے، بصورتِ دیگر عقیدۂ امامت کا طلسم بالکل ٹوٹ جاتا ہے۔

علمائے امامیہ بھی اس ضرورت سے بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے ان دونوں روایات کو متواتر الثبوت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ سب طرق جمع کئے۔ ہر اتصال وارسال کا سہارا لیا۔ مگر جس متبصر نے بھی ان کے جمع کردہ ذخیرے پر تحقیقی نظر کی اسے یہی کہنا پڑا ؎

حسرت ہے اس مسافرِ بے بس کے حال پر
جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

حدیثِ ولائیت مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے متواتر الثبوت ہونے کا طلسم تو مدتوں سے ٹوٹ چکا تھا۔ یہ روایت طریقِ تواتر سے نقل ہونا تو درکنار، خبرِ واحد کے طور پر بھی کسی سندِ صحیح سے ثابت نہ ہو سکی تھی مگر حدیثِ ثقلین کے بہت سے اسناد ابھی تک، محتاجِ تحقیق تھے۔ امامی علماء کو اپنے اس رطب ویابس ذخیرے پر بڑا ناز تھا میر حامد حسین

حاشیہ صفحہ ہٰذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب مجتہد لکھنوی نے طبقات الانوار کی دو مستقل جلدیں صرف اس حدیثِ ثقلین کے لئے ہی لکھی ہیں۔ صاحبِ فلک النجات، اس حدیث کے متعلق اتنا بلند بانگ دعوٰی کرتے ہیں:

حدیثٌ متواترٌ تلقته الامة بالقبول ولو انکره الجهول ..... وهو الذی هو مدار المهام بحیث یدور علیه رحی الاسلام۔

پس ضروری ہوا کہ اس روائیت کے بھی اسنادی اور استدلالی پہلوؤں پر گہری تحقیق نظر کی جائے۔ جب اس روائیت پر تنقیدی نگاہ پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ان حضرات کا دامن بالکل خالی ہے۔

جہاں تک حدیثِ ولائیت کا تعلق ہے، اس کے متعلق یہاں یہ دو حوالے کافی ہیں۔ رئیس المحدثین حافظ زیلعی متوفی ٦٢ ۷ھ بسم اللہ بالجہر کی بحث میں لکھتے ہیں:

(نصب الرایہ جلد ۱ ص ۳۶۰ مصر)	احادیث الجهر وان کثرت رواتها	نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے
	لکنها کلها ضعیفة وکم من حدیث	کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن
	کثرت رواته وتعددت طرقه وهو	وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور کتنی
	حدیث ضعیف کحدیث الطیر و	ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت
	حدیث الحاجم والمحجوم وحدیث	ہیں اور اُن کے طرق متعدد ہیں مگر
	من کنت مولاه فعلیٌّ مولاه بل قد	وُہ حدیثیں ضعیف ہیں، جیسے حدیث
	لا یزید کثرة الطرق الا ضعفا۔	طیر اور حدیث افطر الحاجم اور

حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ گو اس طرح ثابت ہونا اہل سنت کے عقاید کے خلاف نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ روائیت فضایل کے باب میں سے ہوگی نہ کہ اثباتِ عقاید میں دلائل کے باب میں سے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ضعیف روائیت کو ہمارے علماء متعدد مقامات پر نقل کرتے چلے گئے۔ صرف بایں وجہ کہ محض فضایل میں ضعاف کو بھی کسی درجے میں لے لیا جاتا ہے مگر جب ان سے عقاید میں تمسک کیا جانے لگے تو ان کی حقیقت واضح کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

حدیث مَنْ کُنتُ مولاہ فعلیؓ مولاہ بلکہ بعض اوقات کثرتِ طرق بجائے اس کے کہ نقصانِ ضعف کو پورا کر دے، اِس ضعف کو اور آشکار کر دیتا ہے۔
حافظ ابنِ تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فَلَا یصح من طریق الثقات اصلًا۔ (منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۸۶)	یہ روایت ثقہ اور معتبر طریقے سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

باقی رہی اِس روایت کی اپنے دعوے پر دلالت؟ سو علمائے امامیہ کو خود اعتراف ہے کہ یہ دلالت قطعی نہیں، پس اسے دلالۃً بھی نص صریح نہیں کہہ سکتے۔
علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

اثبت حجۃ اللّٰہ تعریضًا لا تصریحًا بقولہ فی وصیتہ من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔ (کتاب الاحتجاج ص ۱۳۵ نجف اشرف)	حضورؐ نے حدیث مَنْ کُنتُ مولاہ میں حضرت علیؓ کو تصریحًا امام نہیں فرمایا۔ صرف اشارے سے حجت فرمایا ہے۔

شرح تجرید میں بھی اس روایت کی دلالت مختلف فیہ تسلیم کی گئی ہے:

اختلفوا فی دلالتہ علی الامامۃ (شرح تجرید ص ۲۳ - طبع قم)

مقامِ تعجب ہے کہ جو روایت ثبوتًا اس قدر ضعیف ہو چہ جائیکہ متواتر اور دلالۃً مختلف فیہ ہو چہ جائیکہ قطعیُ الدلالۃ اس پر فرضی امامت کا عقیدہ قائم کرکے، اسے توحید و رسالت اور قیامت جیسے عقائد کی طرح ایک اصولی اور ضروری عقیدہ تسلیم کیا جائے۔ امامی روایات کے مطابق حدیثِ ثقلین یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

اِنّی تارکٌ فیکمُ الثقلین کتٰبُ اللّٰہ وعترتی اھلُ بیتی فتمسکوا بھما لا تضلوا فان اللطیف الخبیر اخبرنی وعھد الیّ انھما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض۔

اِس پر حضورؐ سے پوچھا گیا۔ اکلُّ اھلُ بیتک؟ آپؐ نے فرمایا:

لا ولکن اوصیائی منھم، اولھم اخی و وزیری وخلیفتی فی امتی و ولی کل مؤمن ومؤمنۃ بعدی ھو اولھم ثم ابنی الحسن ثم ابنی الحسین ثم تسعۃ من ولد الحسین واحد بعد واحد حتی یردوا علی الحوض شھداء اللہ فی ارضہ وحججہ علی خلقہ۔

(کتاب الاحتجاج للطبرسی - صہ ۷۹)

جہاں تک اِس خانہ ساز روایت کا تعلق ہے ہم اس سے تعرض نہیں کرتے۔ یہ ان حضرات کے اپنے گھر کی بات ہے، جو چاہیں وضع کریں اور اسے خدا اور اس کے رسولؐ کے ذمے لگاتے رہیں مگر ہم اِس بات کی اجازت کبھی نہیں دے سکتے کہ اپنی اس من گھڑت روایت کو وہ ہمارے ذمے لگائیں اور اِس روایتِ ثقلین کو یہ حضرات اہلِ سنت کی طرف نسبت کریں اور کہیں کہ یہ اہلِ سنت کے ہاں کی بھی ایک مسلمہ روایت ہے، معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ اِس روایت پر نظر کرنے سے اس کے یہ چند پہلو نمایاں ہوکر ہمارے سامنے آتے ہیں:۔

۱۔ قرآنِ پاک اور عترتِ اہلِ بیت ہر دو واجب التمسک اور لازم الاتباع ہیں، (فتمسکوا بھما لا تضلوا)۔

۲۔ ثقلین میں ثقلِ ثانی صریح طور پر اہلِ بیت ہیں۔ روایت کے آخر لن یفترقا میں اِن دو (قرآن اور اہلبیت)، کو پھر ایک لفظ میں یکجا کیا گیا ہے۔

۳۔ کُل اہلبیت اس فضیلت کے اہل نہیں بلکہ ان میں سے یہ درجہ صرف بارہ افراد کو حاصل ہے۔

اہلِ سنت کے ہاں حدیثِ ثقلین اِن تین مضمونوں کے ساتھ کہیں بھی بصحت اسناد موجود نہیں۔ ان کے دفاترِ حدیث کا تحقیقی نظر سے مطالعہ کریں تو ان مضامین کی حدیثِ ثقلین کسی معتبر کتاب میں بھی سندِ صحیح سے نہیں ملتی چہ جائیکہ اس کے متواتر ہونے کا بے بنیاد دعویٰ کر دیا جائے، امامی حضرات کا ظلمِ صریح اور کذبِ محض ہے کہ وہ ان مضامین کی حدیثِ ثقلین نہ صرف اہلِ سنت کے ذمے لگاتے ہیں بلکہ اس کے اہلِ سنت کے ہاں متواتر

ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ فیا للعجب

اہلِ سُنّت کے ہاں عترتِ اہلِ بیت واجب المحبّت ہیں نہ کہ واجب التمسّک، ان کی فضیلت تمام اہلِ بیت کو شامل ہے، نہ کہ صرف بارہ افراد تک محدود۔ کتاب اللہ کے ساتھ ثقلِ ثانی سنتِ رسولؐ ہے۔ اہلِ بیت کے حقوق کا احترام ایک تیسرا مسئلہ ہے۔ یہ حضرات قرآن کے ساتھ ثقلین اور لن یفترقا کے الفاظ میں، صراحت سے کسی صحیح روایت میں یکجا نہیں۔

حضرت زیدؓ بن ارقم کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے خم غدیر کے مقام پر ارشاد فرمایا:

اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھلِ بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی۔ (مسلم ۲ صہ ۲۷۹، مسند احمد ۴ صہ ۳۶۶، دارمی صہ ۴۲۳)	میرے اہلِ بیت۔ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہلِ بیت کے بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔

حضرت زیدؓ سے جب پوچھا گیا کہ یہاں کون سے اہلِ بیت مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

آلُ علیٍ وآل عقیلٍ وآلُ جعفرٍ وآل عبّاسٍ۔ (مسلم صہ ۲۷۹)	ابوطالب کے تین بیٹوں علیؓ، عقیلؓ اور جعفرؓ کی اولاد اور حضرت عباسؓ کی ساری اولاد۔

اِس روایت میں حضورؐ اہلِ بیت کے حقوق پورے کرنے کی تعلیم فرما رہے ہیں۔ انہیں واجب التمسّک قرار نہیں دے رہے اور راویِ حدیث حضرت زید بن ارقمؓ اس فضیلت کو صرف بارہ افراد تک محدود نہیں سمجھ رہے ہیں بلکہ کل اہلِ بیت کو جن پر صدقہ حرام ہے۔ اِس فضیلت کا مصداق بتلا رہے ہیں جن میں کل عباسی حضرات بھی شامل ہیں۔ ماقبل کے اعتبار سے یہاں اہل بیت کے لئے ثقلِ ثانی کی تعبیر صریح نہیں بلکہ حضرت زیدؓ سے کبر سنی کی بنا پر ثقلِ ثانی (سنّت) کا بیان رہ گیا معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں قرآن اور اہل بیت لن یفترقا جیسے الفاظ میں یکجا مذکور نہیں۔

اس سے حضرت زیدؓ پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ وہ اس روایت سے پہلے اپنے بڑھاپے کی معذوری بیان کرتے ہوئے صاف فرما چکے تھے کہ اگر کسی جزو کو میں بھول جاؤں تو مجھے اس کے بیان کا مکلف نہ کرنا۔[1]

اِس روایت کے شروع میں جو اھلِ بیتی کے الفاظ ہیں، وہ امام بیہقی کی نقل کے مطابق موجود نہیں۔[2]

پیشِ نظر رہے کہ یہ اِس روایت کی تضعیف نہیں تنقیح ہے۔ حدیثِ ثقلین کی ایک بھی ایسی صحیح سند موجود نہیں جس میں :-

۱- ثقلِ ثانی صحیح طور پر اہلِ بیت ہوں۔

۲- ہر دو ثقلین (قرآن اور اہلِ بیت)، واجب التمسک ہوں اور۔

۳- اہلِ بیت سے خاندانِ رسالت کے صرف بارہ افراد ہی مراد ہوں۔

امامی حضرات اِن تین صورتوں کے ساتھ حدیثِ ثقلین پیش کرتے ہیں اور نہ صرف اسے صحیح کہتے ہیں بلکہ اس کے متواتر ہونے کے مدعی ہیں اور چونکہ اب اسی ایک روایت پر ان کے عقیدۂ امامت کی بنا ہے۔ کیونکہ حدیثِ ولایت مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ مدتوں سے عقائد کے باب میں بے اصل ثابت ہو چکی ہے، صرف فضائل میں کہیں کہیں مل جاتی ہے کیونکہ اس باب میں صحیح وسقیم کے امتیاز کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔

گو اِس روایت کے صحیح ہونے کی صورت میں بھی حضرات امامیہ کا فرضی عقیدۂ امامت ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے احتجاج طبرسی میں اس کے ساتھ نام بنام اماموں کا ایک پورا جزو بڑھا دیا ہے۔ تاہم یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے پہلے نامکمل جزو کا بھی ایک تنقیدی جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ حدیثِ ثقلین امامی حضرات کی مذکورہ تین صورتوں کے ساتھ کسی بھی صحیح اسناد سے ثابت ہے؟

خدا کا شکر ہے کہ جامع کمالاتِ علمیہ وعملیہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم نے جہدِ بلیغ فرما کر اس روایت کی پوری تحقیق فرمائی ہے اور اس کے جتنے اسناد میسر آسکے،

[1] دیکھئے مسلم جلد ۲، صہ ۲۷۹ [2] دیکھئے سنن کبریٰ جلد ۱۰، صہ ۱۱۴

اُن کا پُوری طرح محاسبہ کیا ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء

مولانا موصُوف کے ساتھ دورانِ تالیف میں بھی اس موضوع پر مذاکرات رہے اور احقر پُورے اطمینان سے کہہ سکتا ہے کہ اس عظیم خدمت سے عہدہ برآ ہونا یہ مولانا موصوف کا ہی حصہ تھا۔ ولقد جاء فی المثل السائر کم ترک الاوّل للمؤخر۔

دُعا ہے کہ ربُّ العزّت اِس کوشش کو قبُول فرمائیں اور کتاب وسنّت کا تمسک ہی سب مسلمانوں کا معمُول بنادیں۔ وَمَاذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْز۔

Www.Ahlehaq.Com

تقریظ

حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی ترنگ زئی (پشاور)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ٥

اَمّا بعد میں نے رسالہ حدیثُ الثقلین مولفہ مولانا محمد نافع کو دیکھا جس میں اس روایت کے طرق واسانید کو جمع کیا گیا ہے۔

بعض روایات میں صرف کتاب اللہ کا ذکر ہے۔ بعض میں کتاب اللہ و سنّتِ رسُول اللہ کا ذکر ہے۔ اِن دونوں میں کوئی تضاد نہیں بلکہ ثانی تفصیلِ اوّل ہے اور اوّل میں اختصار کیا گیا ہے۔ تیسری قسم وہ روائتیں ہیں جن میں بجائے سنّتِ رسُول کے لفظ اَھْلَ بَیْتِیْ یا عِتْرَتِیْ آیا ہے۔ اوّل و دوم قسم کی روائتیں صحیح ہیں اور مؤید بالقرآن ہیں کیونکہ قرآن میں جہاں اطیعُوا اللہ واطیعُوا الرّسول آیا ہے۔ اس میں فلاحِ بشری کے لئے صرف اطاعتِ کتاب اللہ و اطاعتِ سنّت رسول اللہ کو ضروری قرار دیا گیا۔ اگر دین میں کسی تیسری چیز کی ضرورت ہوتی تو یہ ناممکن ہے کہ قرآن حکیم ایسے مواقع میں اس کا ذکر نہ کرتا بلکہ ایسے مواقع میں تمسّک باہل البیت کو نظر انداز کرنا حالانکہ یہ تمسک اہلِ تشیع کے ہاں ضروری ہے فتح بابِ ضلال ہے جو قرآن کی شانِ ہدایت کے خلاف ہے۔

جن روایات میں لفظ عترت یا اہلِ بیت آیا ہے وہ روایتاً و درایتاً درست نہیں۔

۱۔ روایتاً اس لئے کہ زید بن ارقم رض کی روایت جو صحیح مُسلم میں ہے۔ اس کے ماسوا جملہ روایات پر جملہ محدّثین نے کلام کیا ہے۔ اسی لئے امامِ بخاری رح نے اپنی صحیح میں اس کو قابلِ اندراج نہ سمجھا اور امام نسائی نے سُننِ کبریٰ میں اندراج کے باوجود سُننِ مجتبیٰ سے جس میں ان کے ہاں صحت کا التزام ہے اس کو خارج کر دیا۔

مُسلم کی روایت میں اضطراب ہے، اور متنی اضطراب جبکہ ترجیح کے دلایٔل موجود نہ ہوں، صحتِ حدیث میں موجبِ قدح ہے۔ حدیثِ مسلم میں ازواجِ مطہرات رض کو ایک

روایت میں اہل بیت میں داخل کیا گیا ہے اور دوسری میں خارج۔ نیز زید بن ارقمؓ نے خود اپنے بڑھاپے اور محلِ نسیان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اگر روایت کی صحت مان بھی لی جائے تو سابق دو قسم کی روایات اور نصوصِ قرآن کو اس پر ترجیح ہوگی یا کم از کم یہ کہ تمسک بالکتاب والسنۃ جو قرآن سے ثابت ہے وہ قطعی ہے اور ثقل دوم کے متعلق اختلاف ہے کہ سنت ہے؟ یا عترت؟ لہٰذا 'سنت' چونکہ مطابق 'قرآن' ہے اس کو ترجیح ہوگی۔

۲۔ درایتاً بھی عترت والی روایات درست نہیں کیونکہ 'غدیرِ خم' میں مقصود اصلی حضرت علیؓ پر اعتراضات کا رفع تھا اور اعتراضات کی اصلیت عداوت تھی، اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ کا تقابل بتلا رہا ہے کہ اہل بیت مستحقِ محبت ہیں نہ محلِ عداوت۔ اسی کے لئے مذکورہ روایت سے محبت کا ثبوت تو ہو سکتا ہے وجوبِ تمسک اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ عترت اور اہل بیت کی تعیین بھی کسی روایت میں نہیں کی گئی کہ کون سے افراد مراد ہیں۔ اگر سب مراد ہوں خواہ مومن یا کافر، صالح ہو یا فاسق تو ان کی اطاعت کا امر غیر معقول اور خلافِ درایت ہے۔

علاوہ ازیں اطاعتِ غیر نبی بلکہ نبی کی اطاعت میں بھی یہ ضروری ہے کہ ذات کی اطاعت مراد نہیں احکام کی اطاعت مراد ہے اور اطاعت کے لئے ان احکام کا قطعی الثبوت ہونا ضروری ہے۔ لیکن اہلِ بیت نبویؐ کے احکام سرے سے باقاعدہ مدوّن ہی نہیں اگر ایک فرد کے مدوّن ہوں تو ہزار فرد کے احکام مجہول اور نامعلوم ہیں پھر اگر وجوبِ اطاعت میں احکامِ رسولؐ اور احکامِ اہل بیت یکساں ہوں تو رسولؐ اور غیر رسولؐ میں فرق کیا ہوا؟

بہر حال رسالہ "حدیثِ ثقلین" میرے نزدیک اپنے موضوع میں بے مثال ہے اور دونوں فریق بشرطِ انصاف اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ مسلمانوں کے لئے مؤلف کی اس خدمت کو اللہ تبارک و تعالیٰ مقبول بنائے۔ آمین!

Www.Ahlehaq.Com

تقریظ

استاذ العلماء مقدام الفضلاء حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب اجنالوی چوکیروی
صدر مدرسہ عربیہ چوکیرہ۔ ضلع سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوند تبارک وتعالیٰ نے ہر زمانہ میں ایسے آدمی پیدا کئے جن کی زندگی حمایتِ حق اور دفاعِ باطل کے لئے وقف رہی۔ نامساعد حالات کے دباؤ اور ناموافق آب وہوا کے طوفان انہیں انچ بھر بھی اس راہ سے اِدھر اُدھر نہ کر سکے۔

اس نوع کے اہلِ علم کا ایک قافلہ ہر دور میں اخلاصِ عمل سے، باطل سے نبرد آزما رہا ہے اور اسی مبارک سلسلہ کی کڑی حضرت مولانا مولوی محمد نافع صاحب ہیں۔ سلمہُ اللہُ تعالیٰ۔ آپ نے حدیثِ ثقلین مرتب کر کے علمی تحقیقات کے میدان میں ایک گراں قدر اضافہ فرمایا ہے۔ بات کی تہہ تک پہنچنے کے عادی حضرات اس کتاب کی قدر کریں گے اور حق کی تلاش کرنے والے لوگ، کتاب موصوف کو ایک نعمتِ عظمیٰ یقین کریں گے۔

مؤلف نے اس کتاب میں انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور تعصب وہٹ دھرمی سے بحمد اللہ پورے محفوظ رہے ہیں۔

حدیثُ الثقلین کے مطالعہ سے آپ پر واضح ہوگا کہ جس طرح ثبوتاً یہ کمزور ہے اسی طرح خلافت کے مسئلہ سے بھی اس حدیث کا تعلق نہیں۔ یہ کتاب اپنے خاص موضوع میں انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر خطیب اور مبلغ کے مطالعہ میں رہنے کے لائق ہے۔

مؤلف کی طرف سے،

ایک ضروری گزارش

زیرِ نظر رسالہ میں "روایتِ ثقلین" پر طویل بحث کی گئی ہے۔ ابتدا میں کچھ ضروری تمہیدات درج کی ہیں۔ حصّہ اوّل کے آخر میں بعض اہم تنبیہات ذکر کی گئی ہیں۔ اسی طرح حصّہ ثانی کے ابتدا میں بھی چند امُور قابلِ توجہ ذکر کئے ہیں۔ بحث یقیناً علمی ہے اور اہلِ علم کی توجہ کے لائق ہے۔ تاہم عوام بھی ضرور اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

ناظرینِ کرام کی خدمت میں باادب گزارش ہے کہ "رسالہ ہٰذا" کے کسی ایک آدھ حصّہ کو ملاحظہ فرماکر، تمام رسالہ پر تبصرہ فرمانے یا نتیجہ قائم کرنے کی جلدی کوشش نہ کریں جب تک کہ تمام رسالہ پر ایک جامع نظر نہ فرمالیں۔ رسالہ کے مختلف مواقع میں متعلقہ بحث کی قابلِ دید چیزیں مذکور ہیں، جن سے کئی شبہات کا ازالہ مقصود ہے اظہارِ خیال کرنے میں جلدی اور تعجیل سے کام نہ لیں۔ علم وحکمت اور فہم و دانش کا یہی تقاضا ہے۔

بندہ اپنی کم علمی اور کم مائیگی کے پیشِ نظر معترف ہے کہ روایتِ ثقلین (کتابُ اللہ و سُنّتی) کے تمام طُرق حسبِ منشاء فراہم نہیں کر سکا۔ تاہم اس کا معتدبہ ذخیرہ بحمداللہ فراہم ہوگیا ہے جو رسالہ ہٰذا کے حصّہ ثانی میں بالترتیب پیش کیا جارہا ہے۔

دورِ حاضر کی شہرہ آفاق کتاب

رحماء بینھم

ہر سہ حصہ

مع

مسئلہ اقربا نوازی

تصنیف

محقق عصر حضرت العلام
مولانا محمد نافع جامع محمدی جھنگ

- حضرات خلفاء ثلثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات کی حسین تصویر
- صحابہ کبار اور خانوادہ علی کے درمیان اختلافات و انشقاق کی عجمی سازش کی مکمل بیخ کنی
- جماعت صحابہ بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر قدیم و جدید اعتراضات و مطاعن کا مکمل و مسکت جواب
- بین الاقوامی شہرت کی حامل کتاب جس سے ان گنت قلوب منور ہوئے، علماء نے تحسین کی
- اپنوں کو قلبی تسکین نصیب ہوئی اور بیگانے لاجواب ہو گئے
- صدرِ اسلام کے مردانِ خدا کی مثالی زندگی کا حقیقی عکس۔

پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور دوسرا اسی تیزی سے نکل رہا ہے
جلدی حاصل کریں۔ کتابت طباعت اور کاغذ و جلد کے اعتبار سے انتہائی جاذب نظر

حصہ علوی ـــــــــ زیر ترتیب

حصہ اول :- ۔ دوم :- ۔ سوم :- ۔ مسئلہ اقربا نوازی :-

تحقیق فدک

از قلم حقیقت رقم حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ دار الہدیٰ چوکیرہ (سرگودھا)

جس طرح

حدیث ثقلین اپنے تمام اسنادی اور معنوی پہلوؤں سے آپ کے سامنے آچکی ہے اسی طرح حدیثِ فدک جس میں مسئلہ وراثت انبیاء اور مطالبہ باغ فدک از حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اپنے تمام تاریخی اسنادی معنوی اور تحقیقی پہلوؤں سے اس کتاب میں پیش کی گئی ہے۔ کتاب کیا ہے دلائل و حقائق کا ایک موجیں مارتا سمندر ہے۔ ایران، عراق، لکھنؤ اور پاک و ہند کے مجتہدین اس کے جواب باصواب سے عاجز ہیں طلبہ حدیث اور مناظرین کرام اور تاریخ کے طالب علموں کے لیے مفید کتاب ہے۔

ملنے کا پتہ:
مولانا محمد قاسم شاہ صاحب مسجد ثانی اسٹیشن بشیر کالونی
سرگودھا شہر

الثقلین

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد
وعلی آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واہل بیتہٖ واتباعہٖ باحسان الی یوم الدین

جن لوگوں کو آنحضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نفرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد کے ساتھ دعوئ محبت ہے وہ اِس محبت کے دعوٰی میں حد سے متجاوز ہو چکے ہیں۔ اُن کے ہاں جیسے قرآنِ مجید کتاب اللہ کی اطاعت اور تابعداری علی الاطلاق واجب ہے۔ اسی طرح اہل بیتِ نبیؐ و عترتِ رسولؐ کی اطاعت بھی مطلقاً فرض اور لازم ہے۔ جیسے کتاب اللہ کے فرامین کو نہ ماننا انکارِ قرآن ہے۔ ان کے ہاں اسی طرح عترتِ رسولؐ کے قولی و عملی فرمودات کو تسلیم نہ کرنا خُدا اور رسُولؐ کا انکار ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وجوبِ تمسّک اور وجوبِ اطاعت کے اعتبار اور حجتِ شرعی ہونے کے لحاظ سے عترتِ رسُول میں اور کتاب اللہ میں اُن کے ہاں کوئی فرق نہیں۔

یہ مسئلہ اُن کے نزدیک مسلّمہ ہے۔ اِس پر خاص کسی کتاب سے حوالہ پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اگر مزید تسلی مقصود ہو تو تفسیر مجمع البیان ابو علی طبرسی ص۲۶۹ تحت آیت اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ملاحظہ کیجئے۔ ہمارے اہل سُنّت والجماعت (جمہور علماء) کے نزدیک علی الاطلاق اطاعت صرف کتابُ اللہ وسنّتِ رسُول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لازم اور واجب ہے۔ مستقل اطاعت اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسولؐ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ضروری ہے۔ اِن ہر دو کے ماسوا جن لوگوں کی تابعداری لازم اور ضروری ہے، وہ کتاب و سنّت کے فرمان کے تحت ہے مستقل طور پر واجب نہیں۔ مسلمان حاکم کی اطاعت ہو یا والدین کی

تابعداری، اکابرِ اُمت اور علمائے دین کی پیروی ہو یا بزرگانِ اہل بیت کی فرماں برداری یہ سب اطاعتیں کتاب و سنت کی اطاعت کے تابع رہیں گی۔ اُن کی اطاعت معروف (اچھے) امر میں ہوگی۔ غیر معروف یا کتاب و سنت کی مخالفت میں اُن کی اطاعت ہرگز جائز نہیں[1] چہ جائیکہ لازم ہو۔ فریقین میں قواعد و ضوابط کے اعتبار سے یہ ایک اصولی فرق اور امتیاز ہمیشہ سے قائم ہے۔ پھر ہر ایک فریق نے اپنے اپنے مقرر کردہ اصول اور ضابطہ کو مدلّل کرنے کے لئے بے شمار تحریرات لکھی ہیں۔ بعونہٖ تعالیٰ ہم بھی ارادہ رکھتے ہیں کہ فریقین کے اِن ہر دو مجوزہ اصول کو معہ استدلال سامنے لاکر واضح کریں کہ کون حق سے زیادہ قریب ہے؟

بنابریں ہم تحریر ہٰذا کے دو حصّے کرتے ہیں۔ حصہ اوّل میں مدّعیانِ حبِ اہلبیت رض کے "مجوزہ اصول" اور اُن کے استدلال پر متعلقہ کلام تفصیلاً پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور تحریر ہٰذا کے حصہ ثانی میں جمہور اہل سنۃ والجماعۃ کے قاعدہ کی تشریح و توضیح اور اس کے دلائل کتاب و سنت سے پیش خدمت کرنے کا قصد ہے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوفِیْق۔

[1] اِس مضمون کی تائید کے لئے قولِ خداوندی:
اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔
اور حدیثِ نبویؐ: اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ کافی ہے۔ منہ

حصّہ اوّل

معلوم ہونا چاہیے کہ دوستوں نے اپنے اس وضع کردہ اصول کہ اہلِ بیت وعترتِ نبی وجوبِ تمسک میں کتاب اللہ کی مثل ہیں۔ یعنی باعتبارِ حجیّت ان میں کوئی فرق نہیں ہے، کے اثبات کے لئے جو دلائل فراہم کئے ہیں، ان میں روایتِ ثقلین جو فریقین کی کتابوں میں عام طور پر مروی ہے، کو اصل الاصول کے درجہ میں بنیاد واساس قرار دیا ہے۔ حقیقت میں تمام مسئلہ ہٰذا کی بنیاد ان کے نزدیک اسی روایت پر رکھی گئی ہے۔ دوسری کوئی آیت یا روایت اس مقصد کی خاطر اگر تلاش کر کے ملائی جاتی ہے تو صرف بطور تائید مزید کے اس کو منطبق کیا جاتا ہے ورنہ اس روایتِ ثقلین کے ہوتے ہوئے ان کو مزید کسی استدلال کی احتیاج نہیں۔ اسی وجہ سے ان دوستوں نے روایتِ ثقلین کے لفظاً ومعناً متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعوائے تواتر ان کے بڑے مشاہیر علماء اور مصنفین[1] نے مدت سے کر رکھا ہے اور اس روایتِ ثقلین کو متواتر ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی ضخیم جلدیں مرتب کی گئی ہیں۔

---

[1] اُن کے متاخرین علماء ومجتہدین میں مثلاً میر حامد حسین صاحب مجتہد لکھنوی نے تحفۂ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے "باب امامت" کی تردید میں جو کتاب طبقات الانوار متعدد جلدوں میں لکھی ہے، اس کی مستقل دو ضخیم جلدیں صرف روایتِ ثقلین پر مرتب کی ہیں۔ اس میں اپنے خیال کے مطابق انہوں نے اس روایت کو لفظی ومعنوی متواتر ثابت کرنے کے لئے آخری کلام کر دیا ہے اور اپنے اس گمان کے اثبات میں انہوں نے اپنی تمام تر قوت صرف کر دی ہے۔ منہ

زمانۂ حال کے شیعی[ؒ] علماء نے بھی اپنے سابق مجتہدین کے موافق بحثِ ثقلین کو جزوِ اعظم سمجھتے ہوئے بڑے بلند بانگ دعووں کے ساتھ اس روایت کو بزعمِ خود متواتر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور روایتِ ہٰذا کو اسلام کی چکی کا محور قرار دیا ہے ہم ناظرینِ باتمکین کی خدمت میں بطورِ نمونہ اس دور کے شیعی فاضل کی بزعمِ خود مایۂ ناز تصنیف کا صرف ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو اس مقصد کے لئے کافی ہے:

قَالَ انی تارک فیکم الثقلین الحدیث وھو (حدیث الثقلین) حدیث متواتر تلقتہ الامۃ بالقبول ولو انکرہ الجھول۔ آگے فرماتے ہیں وھو (حدیث الثقلین، الذی ھو مدار المھاو بحث یدور علیہ رحیٰ الاسلام۔	میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن کی پیروی تم پر واجب ہے۔ قرآن و اہلبیت، (آخر حدیث تک) اور یہ حدیث متواتر ہے جس کو امت نے قبول کر لیا ہے۔ اگرچہ کوئی جاہل انکار بھی کر دے۔ پس اب ہم حدیثِ ثقلین کا ذکر کرتے ہیں جس پر

ؔ ہر زمانہ میں شیعی علماء نے روایتِ ثقلین پر بہت کچھ لکھا ہے۔ نت نئے رسالہ جات اس پر تدوین ہوتے رہتے ہیں چند سال ہوئے ان کے ایک شیعی عالم محمد قوام الدین الوشنوی القمی نے ۱۳۷۰ھ میں ایک رسالہ روایتِ ثقلین پر اہل سنت والجماعت علماء کے حوالہ جات یکجا کرکے مرتب کیا ہے۔ اس کو پھر دار التقریب المصریہ سے ۱۳۷۴ھ میں شایع کرایا گیا۔ پھر اسی رسالہ کو ضلع سرگودھا بھیرہ، کے شیعہ مولوی محب حسین صاحب کاظمی نے اردو ترجمہ کرکے یہاں شایع کیا۔ اس رسالہ کا نام "ارشاد رسول الثقلین المعروف بحدیث الثقلین" ہے۔ اس میں علماء کے دور مقرر کرکے (ناقلین ہوں یا مخرجین) دکھلایا گیا ہے کہ کن کن علماء نے اس کا ذکر کیا ہے۔ تحریرِ ہٰذا کے وقت یہ رسالہ بھی پیشِ نظر ہے۔ مجوزہ تفصیلات پیش ہونے کے بعد ہمچوں قسم رسائل کے فرداً فرداً جوابات کی حاجت نہ رہے گی۔ منہ

کل مدار مقصود ہے۔ اس حیثیت سے گویا اسلام کی چکی اسی پر پھرتی ہے"۔ لے

مولوی امیر الدین صاحب جو مصنف، کتاب ہٰذا کے شاگرد رشید ہیں، انہوں نے کتاب، فلک النجاۃ کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی ترجمہ کے ساتھ ساتھ مرتب کیے ہیں۔ اسی کتاب کی بحث نصوص خلافتِ علیؓ میں اس روایتِ ثقلین کو ذکر کر کے حواشی میں یہ بات دوسرے طریقہ سے دہرائی ہے۔ اہل سنت پر طنز کرتے ہوتے لکھتے ہیں کہ

اور محبین ثلاثہ نے اگرچہ ثلاثہ کی شان میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احادیث وضع کر کے اپنے سلاطین زمانہ کو خوش کیا ہے مگر پھر بھی حدیث ثقلین و حدیث ولایت من کنت مولاہ (الخ) وغیرہ احادیث صحیحہ متواترہ مسلمہ وارد ہ بحق اہلبیت علیہم السلام کے برابر کوئی حدیث نہیں بنا سکے"۔ ۲ے

اُن حوالہ جات کا حاصل یہ ہے:۔

۱۔ کہ روایت ہٰذا (حدیث الثقلین۔ کتاب اللہ عترتی اہل بیتی)، اُن کے زعم میں متواتر ہے۔

۲۔ مدارِ مقصود یہی روایت ہے یعنی حجیت و تمسک کے باب میں اُن کے ہاں اصل چیز یہی روایت ہے۔

لے کتاب فلک النجات صہ ۲۶ طبع اول مترجم۔ باب الاول فی معیار اہل الحق۔ از مولوی علی محمد صاحب شیعی "استاذ" و مترجم کتاب ہٰذا مولوی امیر دین صاحب (شاگرد مصنف مذکور) سکنہ چک جلال الدین علاقہ چیلہ رجانہ۔ ضلع جھنگ پنجاب۔
کتاب فلک النجات عربی میں مولوی علی محمد نے لکھی تھی پھر اس کے شاگرد مولوی حکیم امیر دین نے اس کا ترجمہ اور حواشی مرتب کیے۔ منہ

۲ے حواشی فلک النجات صہ ۲۹۶ جلد اول۔ نصوص خلافت علیؓ تحت حدیث الثقلین۔

۳- اسلام کی چکی کے لئے یہ روایت محور کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اساس اسلام اور بنیادِ دین کا درجہ ان کے نزدیک اسی روایت کو حاصل ہے۔

اب اصل مبحث میں شروع ہونے سے قبل چند تمہیدات یہاں قابلِ ذکر ہیں، انہیں پیشِ نظر رکھئے۔

تمہیدِ اوّل

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ 'صاحب فلکُ النجات' نے روایتِ ثقلین کو صرف لفظاً متواتر کہنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ آنے والے تمام مسائل متنازعہ فیہ سے پہلے اسی بحثِ ثقلین کو مکمل کرنے کے لئے پُورا زور صَرف کیا ہے۔ ہماری اہلسنت والجماعۃ کی کتابوں سے بے شمار رطب ویابس حوالہ جات جمع کئے ہیں۔

لیکن اپنی جستجو اور تلاشِ کتب کے اعتبار سے ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ بحثِ ثقلین کے سلسلہ میں جتنا کچھ مواد حوالہ جات کی شکل میں استاد وشاگرد دونوں نے اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ اس کا بیشتر حصہ میر حامد حسین صاحب لکھنوی، شیعی مصنف 'طبقات الانوار' کا اندوختہ ہے۔ یہ اُن کا اپنا علم نہیں۔

میر صاحب مذکور نے اپنے زعم میں اِن روایات ثقلین و ولایت وغیرہما، کو، اہلسنّت کی کتابوں سے متواتر ثابت کرنے کے لئے بڑی محنتِ شاقہ کی ہے۔

دوم

چونکہ ہمارے مدِ مقابل دوستوں نے حقیقت سے متجاوز ہوکر فریقین کے ہاں روایت ہٰذا کو متواتر ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ پر اس روایت کے انکار کرنے اور اسے معمول بہ نہ ٹھہرانے کا الزام قائم کیا ہے۔ اس بنا پر ہم چاہتے ہیں کہ زیرِ تالیف رسالہ میں روایتِ ثقلین کے اصل مقام کو جو اہل السنۃ کے قواعد کی رُو سے متعین ہو سکتا ہے واضح کریں۔ روایت ہٰذا جس درجہ میں قابلِ قبول ہو سکتی ہے

اس کو پیش کیا جائے۔ اس کے جتنے طرقِ اسانید ہم کو میسر آسکتے ہیں ان کی تحقیق وجستجو کی جائے کہ ان میں کون کون اسانیدِ صحیحہ ہیں اور کون غیر صحیحہ؟ پھر جو اسانیدِ صحیحہ[1] کے ذریعہ روایتِ ہذا کا صحیح متن ثابت ہو اس کا مفہوم متعین کیا جائے۔

اس بحث و تحیص سے ناظرین پر واضح ہو سکے گا کہ مدعیانِ حُبِّ اہلِ بیتؓ کا دعوائے تواتر کہاں تک درست ہے؟ اور روایتِ ہٰذا کے انکار کا الزام واعتراض جو ہم پر قائم کیا جاتا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے؟ معاملہ برعکس تو نہیں؟ نیز ان تفصیلات کے بعد یہ بھی عیاں ہو جائے گا کہ یہ روایت دوستوں کے مدعیٰ وجوب التمسک بالعترة کے لئے مثبت بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا ان کی جانب سے ادعا ہی ادعا ہے اور تقریبِ تام نہیں۔

سوم

روایتِ ثقلین کے جس قدر اسانید ہم کو اپنی کتب سے میسر آسکے ہیں اخواہ وہ ہماری جستجو کے ذریعہ حاصل ہوتے ہوں یا اُن دوستوں کی نشان دہی کے طریقہ سے مل سکے ہوں، حتی الوسع ان سب کو فراہم کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے "فلک النجاۃ" میں چونکہ "عبقات الانوار" کی ہی نقل درنقل ہے اس سے کوئی سندِ مستقل ہم کو نہیں مل سکی۔ البتہ "عبقات الانوار" سے متعدد اسانیدِ روایت ہذا ہم کو حاصل ہو گئے ہیں اور کچھ مواد "ینابیع المودۃ" سے میسر ہوا ہے۔

---

[1] رسالہ ہٰذا ملاحظہ کرنے سے معلوم ہو سکے گا کہ کس کس روایت کے اسناد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ مثلاً مسند احمدؒ کی روایتِ ہشتم اور مسند دارمیؒ کی روایت و صحیح مسلم کی روایت وغیرہ وغیرہ کی صحت اسناد کو درست کہا ہے اور صرف ان کے متنوں کے مطالب سے بحث کی گئی ہے۔ بنابریں مؤلفِ رسالہ ہٰذا کے حق میں یہ کہنا غلط ہوگا کہ اس نے "روایتِ ثقلین" کے تمام اسانید پر جرح کر کے انہیں رد کر دیا ہے۔ (منہ)

اور اپنی کتب میں سے جو باسند روایت لانے والے مصنّفین ہیں، اُن سے روایت ہذا جمع کی گئی ہے۔ جو مصنّفین باسند روایت نہیں لایا کرتے بلکہ روایت لانے میں خود نقل سے کام لیتے ہیں، یعنی اصحابِ تخریج نہیں بلکہ ناقل ہیں۔ اُن لوگوں سے اس روایت کو نہیں نقل کیا گیا اور نہ ہی اس نقل در نقل کا کوئی ثمرہ مرتب ہوسکتا ہے، اگرچہ ہمارے اِن "مہربانوں" نے حوالہ جات کی کثرت پیدا کرنے کے لئے روایتِ ہذا کے مبحث میں جب بھی کوئی تالیف مرتب کی ہے تو یہ کوئی تمیز نہیں رکھی کہ کس قسم کے مصنف سے اس روایت کو نقل کیا جائے۔ آیا وہ خود صاحبِ سند ہے یا ناقل ہے۔ حالانکہ نقل در نقل کرنے والے مؤلفین سے حوالہ نقل کرنے میں حوالہ جات کی کثرت تو پیدا کی جاسکتی ہے۔ لیکن "کثرتِ اسانید" جو اصل مطلوب ہے وہ ہرگز نہیں ہوتی۔

اس بنا پر صاحبِ اسناد علماء اور باسند مصنّفین سے ہی حوالہ جات جمع کئے گئے ہیں اور علماء ناقلین کے حوالہ جات کی جانب رُوئے سخن مبذول نہیں کیا گیا اور نہ ہی اصولاً اُن کے جوابات کی کوئی حاجت تھی اور اسی طرح وہ حوالہ جات بھی قابلِ جواب نہیں قرار دئے جاسکتے جن میں روایتِ ہذا کی نسبت کسی باسند محدّث مشہور کی طرف رَوَاہُ فُلَانٌ یا اَخْرَجَهٗ فُلَانٌ کہہ کر کی گئی ہے مگر اس کی سند تمام یا ناتمام بالکل پیش نہیں کی گئی اور نہ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اُس محدّث نے اپنی فلاں تصنیف میں روایتِ ہذا کو درج کیا ہے۔ اِس قسم کے گمنام انتسابات اور بے سند حوالہ جات قواعدِ بحث کے لحاظ سے التفات کے لائق اور قابلِ جواب نہیں تھے۔ بالخصوص جب کہ ایسے مجہول انتساب کے دعویدار تقیہ کو بہترین عبادت سمجھتے ہوں تو پھر ایسے بے سروپا انتسابات اور حوالہ جات اور بھی لائقِ ترک ہو جاتے ہیں۔

چہارم

معلوم ہونا چاہئے کہ روایتِ ثقلین کے حوالہ جات تاحال جس قدر ہم کو فراہم ہو سکے وُہ تقریباً باسٹھ ۶۲ عدد ہیں اور اڑتیس ۳۸ عدد کتب سے اُن کو جمع کیا گیا ہے۔

اُن میں اکثر حوالہ جات ایسے ہیں جن کی سند باوجود تلاش کے کہیں سے میسر نہیں ہو سکی اور بعض کی نامکمل سند ملی ہے۔ اِن سب حوالہ جات کو ایک ترتیب سے سامنے رکھا گیا ہے۔

پنجم

صاحب "عبقات الانوار" کے طریقہ کے موافق، ہر ایک حوالہ کو لے کر بحث کرنے کے لئے ہم بھی سن وار ترتیب قائم کرتے ہیں جو محدث مقدم ہے اس کی روایت پر پہلے بحث ہوگی پھر جو اس کے بعد کا مصنف ہوگا اس کا متعلقہ کلام بعد میں ذکر ہوگا۔ اسی ترتیب سن ہجری کے مطابق بحث ہٰذا کو مکمل کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ششم

نیز یہ بھی واضح رہے کہ اس روایت کے بعض باسند حوالہ جات ایسے بھی ہم نے یہاں جمع کر دیئے ہیں جو نہ تو صاحب "فلک النجات" نے ذکر کئے ہیں اور نہ صاحب عبقات کی اُن تک رسائی ہوئی تھی۔ چونکہ ہمارے سامنے دیانۃً اس بحث کی تکمیل مقصود تھی۔ اس لئے ان حوالہ جات کو خود دُبرد کرنے کی بجائے ہم نے انہیں بالفاظہا، مع اسانید پیش کر دیا ہے۔ اگر یہ قواعد کے اعتبار سے قابلِ قبول ہو سکتے ہیں تو اُن کو اخذ کیا جائے ورنہ انہیں بھی ترک کر دینا چاہیئے۔ مثال کے طور پر "مشکل الآثار" لامام الطحاوی اور "تاریخ بغداد" لخطیب بغدادی وغیرہما سے ہم نے روایت ہٰذا کو مع سند نقل کر کے پیش کیا ہے۔ حالانکہ اِن حوالہ جات کو اُن کے مجتہدین و علماء مذکورین نے اپنے مواقع میں پیش نہیں کیا۔

ہفتم

صاحب "فلک النجاۃ" و دیگر زمانہ حال کے مجتہدین کتاب "ینابیع المودۃ" سے مختلف مسائل پر حوالہ جات پیش کیا کرتے ہیں اور خاص اس روایتِ ثقلین پر بھی صاحب

"ینابیع المودّۃ" نے اپنے خیال میں بہت کچھ مواد مہیا کیا ہے۔ اس ضرورت کے تحت ہم نے روایتِ ثقلین کی بحث کے آخر میں مرویات "ینابیع المودّۃ" کے لئے ایک الگ عنوان قائم کر دیا ہے۔ اس مقام میں صاحبِ کتاب ہذا کے معتقدات اور کتاب کی مرویات کی حیثیت عمدہ طریقہ سے واضح کر دی گئی ہے جو منصف مزاج وحق پسند طبائع کے لئے نہایت مفید ہوگی۔

ہشتم

روایتِ ہذا کی بحث کے سلسلہ میں چند ایک قواعد جو اہل السنّۃ کے ہاں اصول روایت کی کتابوں میں مندرج ہیں ذہن نشین رہنے چاہئیں۔ علماء اہل السنت تحقیق روایت کے باب میں ان پر عمل درآمد کیا کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بحث مروجہ قوانین کے خلاف نہ ہوگی۔ اولاً ان تحقیقات کے دوران راویوں پر جہاں نقد وجرح کی گئی ہے۔ وہاں قاعدہ الجرح مقدم علے التعدیل کے پیشِ نظر کلام کیا ہے۔ اب اگر رجال کی کتابوں میں اُس راوی کی توثیق بھی منقول ہو تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ البتہ اِس قاعدہ کے ساتھ علماء نے قیود ذکر کر دئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ جرح مبہم نہ ہو، بلکہ تعیّن صفت کے ساتھ اس کی وجہِ جرح بھی ذکر کر دی جائے۔ دوسری یہ ہے کہ واقف وعارفِ فن سے یہ جرح منقول ہو، وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً اس قاعدہ کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اہلِ بدعت کی روایت اس وقت مقبول ہوتی ہے جبکہ اس بدعتی کی بدعت کو اس روایت سے تقویت وتائید حاصل نہ ہوتی ہو۔ اگر اس روایت سے راوی کے مسلک کو حمایت وتقویت ہوتی ہو تو اس کی وہ روایت قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں درج ہے کہ:

"قیل یقبل من لم یکن داعیۃً الی بدعتہ لان تزیین بدعتہ قد یحملہ علی تحریف الروایات وتسویتہا علی ما یقتضیہ مذہبہ"

نہم

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جو حوالہ جات شیعہ کی کتابوں میں سے اخذ کئے گئے ہیں یہ صرف تکمیل الزام کی خاطر نقل کئے گئے ہیں۔ راوی کے متعلق جرح وقدح اور تضعیف وتنقید پہلے سُنّی رجال کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے۔ پھر کئی جگہ شیعہ رجال سے بھی اس شخص کے متعلقہ حالات پیش کر دئے ہیں۔

دہم

ان تمہیدات کے بعد ہم اب اصل مقصد میں شروع ہوتے ہیں۔ روایتِ ہٰذا کے میسّر آمدہ اسانید میں سے ایک ایک سند کو لے کر، اس کی بحث مکمل کی جائے گی۔ پہلے اس روایت کا متن مع اسناد درج ہوگا۔ پھر اس کا ترجمہ تحریر کیا جائے گا۔ اس کے بعد روایت متن کی بحث (صحت وسقم کے لحاظ سے) درج ہوگی۔ پھر بقایا تفصیلات حسبِ ضرورت پیش کی جائیں گی۔ عربی عبارت کے متعلق یہ کوشش کی گئی ہے کہ عوام کے فائدے کے لئے ساتھ ساتھ تراجم درج ہوں۔ متنِ روایت کا ترجمہ چند بار ذکر کرنے کے بعد اس وجہ سے ترک کر دیا کہ عموماً تمام روایات کے متون کا ترجمہ قریباً قریباً ایک ہی تھا۔ بار بار اعادہ کرنے کو غیر ضروری سمجھا گیا اور بعض مقامات میں بحث کے اواخر میں مضمون کو مکمل کرنے کے لئے "تنبیہات" لگا دی گئی ہیں جو تکمیلِ مقصد کا کام دیں گی۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

اسنادِ صحیفہ امام علی رضا ابن موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

متوفی سنہ ۲۰۳ھ

عن الحافظ ابن عساکر عن زاهر السخامی عن (الحافظ البیهقی) عن ابی القاسم المفسّر عن ابراهیم بن جعدة عن ابی القاسم عبد الله بن احمد بن عامر الطائی بالبصرة

قال حدّثنی ابی، سنة مائتین وستّین سنہ ۲۶۰ھ - قال حدّثنی علی بن موسٰی الرضا علیہ السلام سنة مأة و اربع وتسعین سنہ ۱۹۴ھ - قال حدّثنی ابی موسی بن جعفر، قال حدّثنی ابی جعفر بن محمد، قال حدّثنی ابی محمد بن علی، قال حدّثنی ابی علی بن الحسین، قال حدّثنی ابی الحسین بن علی، قال حدّثنی علیّ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم اجمعین اٰمین الیٰ یوم الدین، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانّی قد دُعیت فاجبت وانّی تارکٌ فیکمُ الثّقلین احدھما اکبر من الاٰخر، کتابُ اللہ عزّوجلّ ممدودٌ من السّماء الی الارض وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما: [1]

روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اپنی طرف دعوت دی گئی ہے اور میں نے قبول کرلی ہے اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں - ایک اُن میں سے دوسری چیز سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب جس کی مثال اس طرح ہے، جیسے آسمان کی جانب سے زمین کی طرف رسّی دراز کی گئی ہو اور میری عترت اہلِ بیت - دیکھنا! تم اُن کے حق میں کس طرح میری جانشینی کرتے ہو یعنی اُن سے کیسے معاملہ کرتے ہو "

ناظرینِ باتمکین کی خدمت میں گزارش ہے کہ روایتِ ثقلین کے اسانید جمع کرنے کے سلسلہ میں جو مطالعہ جاری تھا اس میں، مَیں نے کوشش کی ہے کہ جس کتاب میں بھی یہ روایت باسند مل گئی ہے اور وُہ کتاب اہلسنت کی طرف منسوب کی جاتی ہے اُس کو مَیں نے نقل کرلیا ہے تاکہ قواعد وضوابط کے ذریعہ اس کے صحت اور سقم کو معلوم کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں صحیفہ علی رضا رضی اللہ عنہ میں بھی یہ روایت ملی ہے اور اسے مَیں نے بلفظہٖ مع سند پیش کردیا ہے۔

یہ چیز بھی واضح رہے کہ اِس "صحیفۂ علی رضا" میں جتنی روایات درج ہیں اُن سب کی ایک سند ہے جو ابتدائے صحیفہ ہٰذا میں درج ہے - اسی سند پر صحیفہ کی صحت

---

[1] صحیفۂ علی رضاؒ بن موسیٰ کاظم ص۱۴۰، مطبوعہ مطبع المعاہد بجوار الازہر مصر، طبع ثانی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء مع مسند امامِ زیدؒ

کا مدار ہے۔ اب ہم ذیل میں اکابر علماء رجال و محدثین کی آرا جو اس صحیفہ منسوب بعلی رضا کے حق میں ہم کو میسر ہوئی ہیں، بن وعن پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس روایت کے قبول یا عدم قبول کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو جائے گا۔

۱۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد دوئم صہ ۲۲ میں اس صحیفہ کے راوی کی نسبت لکھا ہے کہ

عبد الله بن احمد بن عامر عن ابیه عن علی الرضا عن آبائه بتلك النسخة الموضوعة الباطلة ما ینفك عن وضعه او وضع ابیه " قال الحسن بن علی الزهری كان امیًا لم یكن بالمرضی - الخ

۲۔ اسی طرح لسان المیزان جلد سوم شمارہ ۱۰۹۷ و صہ ۲۵۲ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بعینہٖ مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔ ہر دو حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن احمد نے ایک نسخہ روایت جعلی اور وضعی امام علی رضا اور ان کے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ یا تو خود اس نے اس صحیفہ کو وضع کیا ہے، یا اس کے باپ نے یہ خدمت انجام دی ہے اور حسن بن علی زہری نے کہا ہے کہ یہ شخص امی تھا اور پسندیدہ آدمی نہیں تھا۔ نیز یاد رہے کہ یہ عبداللہ بن احمد مشہور امام احمد بن حنبلؒ کا بیٹا نہیں ہے۔ کوئی دوسرا شخص ہے۔ خیال رہے کہیں غلط نہ ہو جائے۔

۳۔ حضرت امام ملا علی قاریؒ نے بھی اپنی کتاب المصنوع فی احادیث الموضوع مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، صہ ۳۶ میں اس مروی نسخہ کے متعلق تصریح فرما دی ہے کہ:

"وعبد الله بن احمد عن ابیه عن علی الرضا عن آبائه یروی نسخة باطلة موضوعة ما ینفك عن وضعه او عن وضع ابیه۔"

۴۔ علامہ شوکانیؒ بھی اپنی کتاب " فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ" مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، صہ ۱۵۶ پر بالوضاحت لکھتے ہیں:

وعنها نسخة من روایة عبد الله بن احمد عن ابیه عن علی الرضا عن آبائه كلها موضوعة باطلة۔

حاصل یہ ہے کہ، عبداللہ بن احمد نے امام علی رضا کے باپ دادا کے نام منسوب کر کے

ایک جعلی اور وضعی نسخہ لوگوں میں پھیلایا ہوا ہے۔ اِن بڑے بڑے علماء کی تصریحات اور بیانات بتلا رہے ہیں کہ یہ صحیفہ علی رضا کے نام سے جو نسخہ لوگوں میں مشہور ہے وہ عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی یا اس کے والد کی کرم فرمائیوں میں سے ہے۔ سند میں نہایت معتمد اور معتبر ہستیوں کے نام اس لئے تجویز کئے گئے ہیں کہ لوگ بلاچون وچرا اس سندِ مبارک کو دیکھ کر صحیفۂ مجوزہ تسلیم کرلیں گے۔ اِس تفصیل سے اِس صحیفہ کی تمام روایات کا درجۂ اعتماد واضح ہوگیا۔ روایتِ ثقلین بھی اِس صحیفہ میں موجود ہے اور اسی زمرہ میں شمار ہوگی۔ واللہ اعلم۔

علیٰ سبیل التنزل

اگر تسلیم کرلیا جائے کہ مندرجہ بالا روایت معتبر ہے تو بھی یہ ہمیں مضر نہیں۔ اوّلاً اس لئے کہ اس کا مفہوم اپنی جگہ بالکل صاف ہے کہ:

قرآنِ مجید کے لئے ایک رسّی کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور اس کے ساتھ تمسّک کیا جائے اور عترتِ نبی ﷺ یعنی اولادِ شریف اور اہلبیت رض ان کے ساتھ حسن کا معاملہ کرنا چاہیئے اور اُن کی توقیر و تعظیم کا خیال رکھا جائے۔ اُن کے ساتھ محبت سے پیش آنا، اُن کے حقوق کی رعایت کرنا، گویا اس وصیت کی رُوح ہے اِس مفہوم و مضمون کے ساتھ اہل سُنّت کو پورا اتفاق ہے۔ کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔

ثانیاً اِس روایت مندرجہ بالا میں ایسے الفاظ مفقود ہیں جن سے وجوبِ تمسّک ثابت ہو اور اہلِ بیت کی اطاعت لازم قرار دی گئی ہو کہ اگر اُن کے ساتھ تمسّک نہ کیا گیا تو ضلالت اور گمراہی لازم آئے گی۔

پس یہ روایت اگر صحیح بھی ہے تو بھی اہل السنّت کو مضر نہیں ہے اور دوستوں کو، اُن کے دعوے کے اثبات کے لئے مفید نہیں ہے۔

اسناد از طبقات ابن سعد

(ابی عبداللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی۔ المتوفی ۲۳۵ھ ہجری)

اَخْبَرَنَا ہَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ الْکِنَانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِیَّۃَ عَنْ اَبِیْ

سعیدن الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنی اُوشک اَن اُدعیٰ فاجیب وَاِنی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی، کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض کیف تخلفونی فیھما۔ ؎

حاصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب مجھے اللہ کی طرف سے دعوتِ اجل پہنچے گی، میں قبول کر لوں گا اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب اور عترت۔ کتاب اللہ گویا ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف دراز کی گئی ہے اور عترت میری اہلبیت ہے اور لطیف وخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے، حتیٰ کہ دونوں میرے ہاں حوض پر وارد ہوں گے، میرے بعد ان کے حق میں کس طرح معاملہ کرو گے؟

مذکورہ اسناد میں ایک شخص "عطیہ" ہے جو سخت مجروح ہے۔

ذیل میں اس کی پوری تشریح درج کی جاتی ہے:۔

رجال کی کتابوں میں سے اس عطیہ عوفی کے کوائف درج کئے جاتے ہیں۔ پہلے اہلسنت کی کتب رجال میں سے اس کا حال درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد الزام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے شیعہ رجال میں سے بھی اس کی حالت نقل کی جائے گی۔ ہم نے آئندہ بھی بہت سے مقامات میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ سُنی رجال کی کتابوں میں سے اُس راوی کے حالات ذکر کرنے کے بعد شیعہ رجال سے بھی اس کے کوائف پیش کر دئے ہیں۔ اس طریقہ سے دوستوں پر الزام پوری طرح عائد ہو سکے گا۔

عطیہ عوفی سُنی کُتبِ رجال میں

۱۔ عطیۃ بن سعد بن العوفی الجدلی الکوفی ابو الحسن...... یخطئ کثیرًا کان شیعیًا مدلسًا

؎ طبقات ابن سعد ص۲، جلد ۲، ق ۲۔ باب ذکر ما قرب از رسول اللہ صلعم من اجلہ، طبع لیدن یورپ

یعنی یہ شخص روایت میں کثیر الخطاء تھا شیعی مسلک کا تھا جس سے روایت لیتا تھا، اُس کا نام نہیں ذکر کرتا تھا ۔ [1]

۲ .... عطیۃ العوفی ضعیفٌ ومَوضعٌ لایحلُّ کتبُ حدیثہ الّا علیٰ جھۃ التعجب یُدلّسُ فی الکلبی بابی سعید فیَظُنُّ الخُدریَّ۔

یعنی یہ آدمی ضعیف ہے اور اس درجہ کا ضعیف ہے کہ اس کی حدیث لکھنی ناجائز ہے مگر تعجب کے طور پر نقل کی جائے اور یہ تدلیس کیا کرتا تھا اس طرح کہ درحقیقت محمد بن السائب الکلبی سے ابُوسعید کی کُنیت کے ساتھ روایت کرتا اور لوگ یہ سمجھتے کہ ابوسعید خدری صحابی رضؓ سے روایت نقل کر رہا ہے ۔ [2]

۳ .... "مُسلمُ بن الحجاج ذکر عطیۃ العوفی فقال ھو ضعیفُ الحدیث ثم قال بلغنی انّ عطیۃ کان یأتی الکلبیّ ویسألہ عن التفسیر وکان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابوسعیدٍ وکان ھُشیمٌ یُضعِّف حدیث عطیۃ ...... قال الجوزجانی مائلٌ، و قال النسائیُّ ضعیفٌ ...... وکان یَعُدّہ ابن عدیٍّ مع شیعۃ اھل الکوفۃ قال ابنُ حبّان وکنّاہ اباسعیدٍ فیروی عنہ فاذا قیل لہ مَن حدّثک بھذا؟ فیقول حدّثنی ابوسعیدٍ فیتوھّمون انّہ یُریدُ اباسعیدٍ الخُدریَّ وانّما اراد الکلبیّ لایحلّ کتبُ حدیثہ الّا علیٰ جھۃ التعجب قال ابوبکر البزّار کان یعدّہ فی التشیّع ...... وقال الساجیُّ لیس بحُجّۃٍ وکان یُقدِّمُ علیّاً علی الکلِّ "

مطلب یہ ہے کہ عطیہ عوفی کے متعلق مسلم بن الحجّاج کہتے ہیں کہ یہ شخص حدیث کے باب میں ضعیف ہے ۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عطیہ عوفی محمد بن السائب کلبی کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے متعلقاتِ تفسیر قرآنی دریافت کرتا اور کلبی کی کُنیت اس نے اپنی طرف سے تجویز کر رکھی تھی اور کہتا کہ ابوسعید یُوں کہتا ہے، اور ہشیم عطیہ کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ شخص شیعہ

---

[1] تقریب التہذیب صہ ۳۶۳ طبع لکھنو۔ [2] قانون الموضوعات والضعفا للطاہر الفتنی الہندی صہ ۲۷۸ طبع مصر

کی طرف رغبت رکھتا تھا اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ ابنِ عدی اس کو کوفہ کے شیعوں میں شمار کرتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ عطیہ سے کوئی دریافت کرتا کہ آپ سے کس نے یہ حدیث بیان کی؟ تو وہ کہہ دیتا مجھ سے ابوسعید نے بیان کی ہے۔ لوگ گمان کرتے کہ یہ اس نے ابوسعید خدری صحابیؓ سے روایت کی ہے حالانکہ وہ، ابوسعید کہہ کر، کلبی مراد لیتا۔ اُس کی حدیث نقل کرنا ناجائز ہے مگر ازراہِ تعجب نقل کی جائے۔ ابوبکر بزار اس کو شیعوں میں شمار کرتے ہیں اور ساجی نے کہا ہے کہ یہ شخص حجت نہیں ہے اور علیؓ کو تمام صحابہ پر مقدم جانتا تھا۔ ؎۱

۴۔ عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی شہیر ضعیف..... قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع ...... کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوھم انہ الخدری رض قال النسائی وجماعۃ ضعیف۔

حاصل یہ ہے کہ عطیہ عوفی کوفی تابعی مشہور ہے۔ ضعیف ہے۔ سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ "شیعہ" مسلک رکھتا ہے۔ ابوسعید خدری صحابیؓ کی طرف وہم ڈالنے کے لئے اُس نے اپنے شیخ کلبی کی یہ کنیت قایم کر رکھی تھی۔ نسائی اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ؎۲

متذکرہ بالا توضیحات کے بعد عطیہ عوفی صاحب کس درجہ کے بزرگ ہیں؟ محتاجِ تشریح نہیں۔ اُن کی تدلیس کی کہانی اپنے ہم مسلک شیخ محمد بن السائب کلبی کے ذریعہ سے جو چلتی رہی وہ عریاں ہو چکی ہے۔ ایسے شخص کی روایت کسی قیمت پر بھی قبول کے لائق نہیں ہے۔ عوفی مذکور کے تذکرہ کے ضمن میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کا شیخ محمد بن السائب الکلبی مشہور کذاب ہے اور سبائی کمیٹی کا صرف ممبر ہی نہیں بلکہ اس گروپ

؎۱ تہذیب التہذیب ص ۲۲۵/۲۲۶ طبع دکن جلد ہفتم۔ کتاب المجروحین جلد ثانی ص ۱۶۶ جلد ۲۔ تحت عطیہ لابن حبان ؎۲ میزان الاعتدال ذہبی ص ۲۰ جلد دوم طبع مصر۔

کا لیڈر رہے ؎۱ اور کلبی کی پوزیشن دوستوں کے ہاں جو کچھ ہے، اُس کے لئے کتاب مُلخّصُ المقال فی تحقیقِ احوال الرّجال، القِسمُ السّادسُ فِی المجاھیل، بابُ الحمیم کا مطالعہ تسکینِ خاطر کے لئے کافی شافی ہے۔

اِن اُستاد اور شاگرد کلبی و عوفی ہر دو کی کرم فرمایوں میں سے یہ روایتِ ثقلین بھی ہے جس کو ہمارے بعض علماء نے یُونہی اعتماداً اپنی تصنیفات میں ذکر کر دیا ہے اور اسے محض ایک فضائل کا عنوان سمجھ کر اس کے اسناد کی طرف توجہ نہیں کی۔ اَب ہم دوستوں کے لئے اُن کی اپنی کتبِ رجال سے اس کی تائید نقل کرتے ہیں تاکہ اُن پر الزام مکمّل ہو سکے۔

عطیہ عوفی شیعہ کُتبِ رجال میں

۱۔ ..... عَطِیَّۃُ العَوفِیُّ مِنْ اَصحابِ باقرٍ علیہ السّلام۔

- رِجال مامقانی "عطیۃ الکُوفِیُّ العَوفِیُّ مِنْ اصحابِ باقرٍ علیہِ السّلام ؎۲

یعنی عطیہ عوفی کوفی کا امام محمد باقرؑ کے احباب و اصحاب میں شمار ہے اور محمد مرزا استرآبادی نے اس کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ عطیہ عوفی فریقین کے ہاں مسلّم و پختہ شیعہ ہیں فلہٰذا اُن کی روایتِ متنازع فیہ مسائل میں قابلِ اعتبار اور حجت نہ ہوگی۔

۲۔ اسنادِ مصنّف ابی بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

"حَدَّثَنا عُمَرُ بْنُ سَعدٍ ابُو داؤد الحُفرِیُّ عَنْ شریکٍ عَنِ الرُّکَینِ عَنِ القاسِمِ بْنِ حسّانَ عَنْ زیدِ بْنِ ثابتٍ رضیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ قالَ قالَ رسُولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم اِنّی تارِکٌ فِیکُمُ الخَلِیفَتَیْنِ مِنْ بعدی کتابَ اللہِ وعِتْرَتی اھلَ بَیْتی وَاِنّھُما لَنْ یَتفَرَّقا حتّٰی یَرِدا علَیَّ الحَوضَ" ؎۳

؎۱ تقریب التہذیب ص۲۴۶، میزان الاعتدال ج۳ ص۶۱، تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۸

؎۲ جامع الرواۃ ص۵۳۹، جلد اول طبع ایران۔ رجال مامقانی ص۲۵۳ جلد دوم ؎۳ مصنّف مذکور ص۱۲۱ جلد ۱۲۔ قلمی نسخہ، بابُ فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا اَعطاہُ اللہُ، موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا سندھ

مندرجہ بالا اسناد کی تفتیش و تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں الرکین کے شاگرد شریک ایسے پائے گئے ہیں کہ اُن کی روایت قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ فریقین کے اسماء رجال سُنّی و شیعہ سے شریک کی جو پوزیشن دستیاب ہوئی ہے اس کو ہم نظرِ انصاف کی خاطر سامنے رکھ دیتے ہیں، اس سے قبولِ روایت کا معاملہ خود بخود واضح ہو جائے گا۔

شریک مذکور سُنّی رجال میں

۱۔ قانون الموضوعات میں طاہر الفتنی نے لکھا ہے:

"..... شریک بن عبد اللہ الکوفی ضعفہ یحیٰ"

یعنی یحییٰ بن معین نے اس شخص کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے ۱؎

۲۔ قال ابن سعد فی طبقاتہ کان شریک کثیر الحدیث وکان یغلط کثیراً"۔

یعنی ابنِ سعد کہتے ہیں کہ شریک کثیر الحدیث کے ساتھ کثیر الغلط بھی تھا ۲؎

۳۔ قال الذھبی، قال ابن مبارک حدیث شریک لیس بشیء۔ قال الجوزجانی سیئ الحفظ مضطرب الحدیث ..... قال ابوزرعۃ کان کثیر الحدیث صاحب وھم یغلط احیانًا..... قال عبد اللہ ابن ادریس ان شریکا کان لتشیعی؟"۔

یعنی ذہبی کہتے ہیں کہ ابنِ مبارک نے کہا ہے شریک کی روایت کوئی شے نہیں ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ شریک کا حفظ خراب تھا اور اس کی حدیث میں اضطراب تھا۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کثیر الحدیث ہونے کے باوجود وہمی تھا اور کئی بار غلطی کرتا تھا۔ عبداللہ بن ادریس نے کہا ہے کہ شریک تو شیعی بزرگ ہے۔ ۳؎

۴۔ حافظ ابنِ حجر تہذیب میں کہتے ہیں:

..... قال ابن القطان شریک بن عبد اللہ کان مشھورًا بالتدلیس ..... قال الازدی انہ مائل عن القصد غالی المذھب سیئ الحفظ، کثیر الوھم، مضطرب الحدیث

۱؎ قانون الموضوعات صہ ۲۶۳ ۲؎ طبقات ابنِ سعد صہ ۲۶۳ و صہ ۲۶۴ جلد ۶۔ طبع یورپ
۳؎ میزان الاعتدال ذہبی صہ ۴۳۵، صہ ۴۳۶ جلد اوّل۔ مصری طبع۔

قالَ السّاجیُ کانَ یُنسَبُ اِلَی التَّشیُّعِ المُفرِطِ۔

یعنی ابن قطان کہتے ہیں ۔شریک بن عبداللہ تدلیس کرنے میں اپنے شیخ کو بوقت روایت ظاہر نہ کرنا ، بلکہ اس کی جگہ کسی اور کو ذکر کرنا شہرت رکھتا ہے ...ازدی کہتا ہے کہ مذہب میں اعتدال سے ہٹ کر غالی ہوگیا تھا ، حافظہ خراب رکھتا تھا ، کثیر الوہم تھا ۔اس کی روایت میں انضباط نہیں تھا ۔بلکہ اضطراب تھا اور ساجی کہتے ہیں کہ یہ بزرگ تیز قسم کا شیعہ تھا [1]

۵۔ قالَ ترمذی : "شریکٌ کثیرُ الغلط " [2]

۶۔ قالَ ابوحاتم لا یقوم مقام الحجۃ الخ [3]

شریک بن عبداللہ شیعہ رجال میں

۱۔ رجال مامقانی "تنقیح المقال" میں ہے کہ :

" عن کشفِ الغمّۃ ماھو نصٌّ فی کونہٖ امامیًّا وذٰلِکَ یُثبِتُ نجابتہٗ "۔

یعنی کتاب کشف الغمہ میں شریک کا امامی ہونا منصوص ہے اور یہ چیز اس کی نجابت و شرافت کو ثابت کرتی ہے [4]

۲۔ "تحفۃُ الاحباب فی فوادِ اٰثار الاصحاب " میں شیخ عباس قمی نے اس کا تذکرہ چلایا ہے آخر میں امام جعفر صادقؑ کی ایک دعا اس کے حق میں نقل کی ہے جو اس کے "مخلص مومن" ہونے کا درخشندہ نشان ہے [5]

۴۔ اسناد مُسند اسحٰق بن راہویہؒ

المتوفی ۲۳۷/۲۳۸ھ ، (بحوالہ عبقات الانوار ص ۱۴۷ ، جلد اوّل)

احمد بن فضل بن محمد باکثیر در "وسیلۃ المآل" گفتہ : عن علی بنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ

---

[1] تہذیب التہذیب ص ۳۳۵ جلد چہارم طبع دکن ۔ [2] ترمذی شریف ص ۳۳ جلد ۱ باب ما جاء فی الوضوء مرۃً ومرتین وثلاثا [3] المغنی ص ۲۹۷ جلد ۱ تحت شریک [4] رجال مامقانی ص ۸۵ ج ۲ ۔ [5] تحفۃ الاحباب ص ۱۲۲

وکرم اللّٰہ وجھہٗ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم، قال قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلّوا کتاب اللّٰہ سببہٗ بیدہٖ وسببہٗ بایدیکم واھل بیتی۔ اخرجہٗ اسحٰق بن راھوایہ فی مسندہٖ من طریق کثیر بن زید عن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہٖ رضی اللّٰہ عنھم۔

مسند اسحٰق بن راہویہ اصل کتاب بالکل نوادرات میں سے ہے۔ یہ اسناد کا بعض حصہ بھی ہم نے عبقات[1] الانوار جلد اول ص۱۴۷ سے نقل کیا ہے۔ مسند مذکور کی روایت کثیر بن زید رُومی کے ذریعہ سے حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اب کثیر بن زید کی پوزیشن جو علمائے رجال کے ہاں ہے وُہ ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔ "قال ابن ابی حاتم فی کتاب الجرح والتعدیل ...... سئل یحیٰی بن معین عن کثیر بن زید فقال لیس بذاک القوی ..... فقال ابوزرعہ ھو صدوق فیہ لین " [2]

۲۔ قال الذھبی فی المیزان ..... قال ابوزرعہ فیہ لین ..... قال النسائی ضعیف ...... قال ابن المدینی ولیس بقوی " [3]

۳۔ "قال ابن حجر فی التھذیب ..... قال ابن خزیمۃ عن ابن معین لیس بذاک وکان اولاً قال لیس بشیٔ ...... قال النسائی ضعیف ..... قال ابوجعفر طبری کثیر بن زید عندھم ممن لایحتج بنقلہٖ ....." [4]

۴۔ "قال النسائی فی کتاب الضعفاء والمتروکین کثیر بن زید ضعیف" [5]

ہر چہار حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ ابن معین نے اس شخص کثیر بن زید کے حق میں کہا ہے، محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ بعض دفعہ کہا ہے یہ شخص بابِ حدیث میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں کہ اس میں ضعف پایا جاتا ہے، پختہ نہیں ہے۔

---

[1] از میر حامد حسین لکھنوی شیعی [2] الجرح والتعدیل ص۱۵۱ ج ۳۔ ق ۲ [3] میزان الاعتدال ص۳۵۳ جلد ۲ [4] تہذیب التہذیب ص۴۱۴ جلد ہشتم۔ [5] کتاب الضعفاء والمتروکین مطبوعہ مع تاریخ صغیر بخاری

ابنِ مدینی نے لکھا ہے کہ محدثین کے ہاں یہ قوی نہیں ہے۔ نسائی نے کہا ہے یہ ضعیف ہے اور طبری کہتے ہیں کہ اس کی نقل قابلِ حجت نہیں ہے۔

اِن چار حوالہ جات میں محدثین نے اِس امر کی تصریح کر دی ہے کہ یہ شخص بابِ حدیث میں ضعیف ہے، قوی نہیں ہے اور اس کی منقولات قابلِ حجت نہیں ہیں۔ اگرچہ بعض نے اس کی توثیق کی ہے لیکن وُہ لائقِ توجہ نہیں ہے کیونکہ الجرح مقدم علی التعدیل پس روایتِ بالا درجۂ قبولیت سے ساقط ہوگی۔ اِس وضاحت کے بعد اَب چاہے اس روایت کو صاحب "وسیلۃ المآل" اپنی کتاب میں درج کریں یا کوئی دوسرا مصنّف اس کا ناقل ہو وُہ التفات کے قابل نہیں ہے۔ نیز واضح رہے کہ جامع صغیر سیوطی کی شرح فیض القدیر میں علامہ عبدالروٴف المناوی نے تحت حدیث لاتبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ۔ کثیر بن زید پر جرح ذکر کرتے ہوئے اس کو ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا اُس کے ضعیف ومجرُوح قرار دینے میں ہم منفرد نہیں ہیں۔ پہلے علماء بھی اس شخص کو ضعیف بتا چکے ہیں۔

تنبیہ عبقاتُ الانوار ص۱۳۷، جلد اوّل میں لکھا ہے وکذا رواہ الدولابی ابُوالبشر محمد بن احمد الانصاری الدولابی فی الذریتہ الطاہرہ۔

یعنی دولابی نے بھی اس کو اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اَب دُولابی کی سند کے لئے الگ جواب کی حاجت نہیں ہے۔

نوٹ: فیض القدیر شرح جامع صغیر ص۳۸۷ ج ۶ سے بھی کثیر بن زید کا حال قابلِ رجُوع ہے دیکھا جائے۔

اسانید مُسند احمد بن حنبل الشیبانی۔ مُتوفّی ۲۴۱ھ

روایتِ "ثقلین" مُسند احمد میں ہماری تلاش کے موافق آٹھ مقامات میں پائی گئی۔ ارادہ ہے کہ ہر ایک مقام کی پُوری روایت بمع سند کامل پیش کر دی جائے ہر ایک سند پر اس کی متعلقہ بحث مکمل طور پر حاضرِ خدمت کر دی جائے۔ ناظرین کرام

انشاء اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرماسکیں گے کہ ایسی مجروح السند اور مجمل روایات بھی قابلِ اعتماد ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

روایتِ اوّل

حدّثنا عبداللہِ حدّثنی ابی احمد حنبلٍ، حدّثنا اسودُ بن عامرٍ حدّثنا اسرائیل بن یونس عن عثمان بن المغیرة عنْ علی بن ربیعة قال لقیتُ زید بن ارقمَ وھوَ داخلٌ علی المختار او خارجٌ من عندہٖ فقلتُ لہٗ اَسَمِعْتَ منْ رسُول اللہِ صلی اللہ علیہ وسلّمَ یقول انّی تارکٌ فیکم الثقلین قال نعم - [1]

یہ روایتِ اوّل اپنے مفہوم میں مجمل واقع ہوئی ہے - اس موقعہ پر نہ روایت کنندہ نے ثقلین کے مفہوم کی تشریح کی ہے نہ ہی اِس جگہ نبی کریمؐ سے وضاحت مذکور ہے یہاں صرف اتنا تذکرہ ہے کہ زید بن ارقمؓ سے دریافت ہوا کہ انی تارکٌ فیکم الثقلین کے الفاظ آپ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے سُنے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں سُنے ہیں! تو بہتر یہ ہے کہ اس کا ایسا مطلب ہی بیان کیا جائے جو فریقین کو مسلّم ہو یعنی یہاں ثقلین سے مُراد کتاب اللہ وسنّتِ رسُول اللہؐ اور روایت کا مفہوم آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبویؐ کے بالکل موافق ہے اور متفق علیہ معنی ہے - فلہٰذا اس روایت کو کسی متنازعہ فیہ مسئلہ میں پیش کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے" دُوسری گزارش یہ ہے کہ یہ روایتِ مندرجہ اپنے مقام میں مجمل واقع ہوئی ہے، مثبت مدّعا نہیں ہے - اثباتِ دعویٰ کے لئے واضح دلیل کی حاجت ہوتی ہے -

روایتِ دوم

حدّثنا عبداللہ حدّثنی اَبی ابنِ نمیرٍ ثنا عبدُ الملکِ بنِ ابی سُلیمانَ عنْ عطیة العوفی عن ابی سعید الخدریؓ

---

[1] مسند امام احمد ص۳۷۱ ، جلد ۴ - تحت مسندات زید بن ارقمؓ -

قال، قال رسولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم اِنّی قد ترکتُ فیکم ما اِن اخذتم به لن تضلوا بعدی الثقلین احدهما اکبر من الاٰخر کتابُ اللهِ حبلٌ ممدودۃٌ من السماء اِلی الارضِ وعترتی اهلُ بیتی وانهما لن یّفترقا حتّٰی یردا علی الحوض [1]

روایتِ سوم

حدّثنی ابی، حدّثنا اسود بن عامرٍ، اخبرنا ابو اسرائیل، یعنی اسمٰعیل بن اسحاق الملائی عن عطیۃ عن ابی سعیدٍ قال قال رسولُ اللهِ صلی اللهُ علیهِ وسلّمَ اِنّی تارکٌ فیکمُ الثقلینِ احدُهما اکبرُ من الاٰخرِ، کتابُ اللهِ حبلٌ ممدودٌ من السماءِ الی الارضِ وعترتی اهلُ بیتی وانهما لن یّفترقا حتّٰی یردا علی الحوض۔ [2]

روایتِ چہارم

حدّثنی ابی ثنا ابو نضر ثنا محمّدٌ یعنی ابن طلحۃ عنِ الاعمشِ عن عطیۃ العوفیِّ عن ابی سعید الخدریّ عنِ النبیِّ صلی اللهُ علیهِ وسلّمَ قال اِنّی اوشکُ ان اُدعٰی فاُجیبُ واِنّی تارکٌ فیکمُ الثقلینِ کتابَ اللهِ عزّوجلَّ وعترتی، کتابُ اللهِ حبلٌ ممدودٌ من السماءِ الی الارضِ وعترتی اهلُ بیتی واِنّ اللطیفَ الخبیرَ اخبرنی انهما لن یّفترقا حتّٰی یردا علی الحوضِ فانظرونی بمَ تخلفونی فیهما۔ [3]

روایتِ پنجم

حدّثنی ابی ثنا ابن نُمیرٍ ثنا عبدُ الملکِ یعنی ابن سلیمان عن عطیّۃ عن ابی سعیدِ الخدریِّ قال قال رسولُ اللهِ صلی اللهُ علیهِ وسلّمَ اِنّی ترکتُ فیکمُ الثقلینِ احدُهما اکبرُ من الاٰخرِ کتابُ اللهِ عزّوجلّ حبلٌ ممدودٌ من السماءِ الی الارضِ وعترتی اهلُ بیتی الا اِنّهما لن یّفترقا حتّٰی یردا علی الحوض۔ [4]

[1] مسند احمد ص۹۵ ج ۳ - مسندات خدری [2] مسند احمد ص۱۴ ج ۳ مسندات خدری [3] مسند احمد ص۱۷ ج ۳ مسندات خدری
[4] مسند احمد ص۲۶ ج ۳ مسندات خدری

روایت نمبر ۲ سے لے کر نمبر ۵ تک اِن ہر چہار اسانید میں "عطیہ عوفی" بزرگ جلوہ افروز ہیں - اِس حضرت کی متعلقہ تفصیلات طبقات ابن سعد کے اسناد کے تحت درج کر دی گئی ہیں - ایک دفعہ پھر ملاحظہ کرلی جائیں - ایسے ساقط الاعتماد اور مائل عن الاقتصاد لوگوں کی روایت توجہ کے لائق نہیں ہو سکتی -

تنبیہ عبدالملک نے عطیہ سے اور عطیہ نے ابی سعید سے جو روایات مندرجہ بالا نقل کی ہیں - اُن کے متعلق امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں امام احمد سے ایک تبصرہ اور تنقیدی تبصرہ ذکر کیا ہے - اس کو ہم اہل علم کی توجہ کے لئے نقل کرتے ہیں:-

" قَالَ اَحْمَدُ فِی حَدِیْثِ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عطیہ عَنْ اَبِیْ سعید قَالَ النبیّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ ـــــ اَحَادِیْثُ الْکُوفِیِّیْنَ هٰذِہٖ مَنَاکِیْرٌ " [1]

یعنی عطیہ کی ابوسعید سے یہ کوفیوں کی روایات ہیں، اُن کو منکر روایات سے تعبیر کیا جاتا ہے - ثقہ لوگوں کے خلاف مروی ہیں -

روایتِ ششم

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللہِ، حَدَّثَنِیْ (اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَل) حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ ثَنَا شَرِیْكٌ عَنِ الرُّکَیْنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ وَاَنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ - [2]

روایتِ ہفتم

حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ ثَنَا شَرِیْكٌ عَنِ الرُّکَیْنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] تاریخ صغیر امام بخاریؒ ص۱۲۶ طبع انوارِ احمدی الہ آباد [2] مسند احمد ص۱۸۱، ۱۸۲، جلد پنجم مسندات زید بن ثابتؓ

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ خَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ اَھْلَ بَیْتِیْ وَ اِنَّھُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ جَمِیْعًا۔ [1]

اِن ہر دو سندوں کے متعلق یکجا گزارش کی جاتی ہے کہ اِن دونوں میں شریک بن عبداللہ ہے جس کی مکمل پوزیشن مصنف ابن ابی شیبہ کے اسناد کے تحت پیش کی جا چکی ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے، مضطرب الحدیث ہے۔ کثیر الغلط ہے۔ ردی الحفظ ہے۔ مدلس ہے شیعہ بزرگ ہے اور تیز قسم کا شیعہ ہے۔ اِن توضیحات کے بعد اُس کی اِس باب میں روایت قبول کر لینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

روایتِ ہشتم

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثنا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْ حَیَّانَ التَّیْمِیْ حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ بْنُ حَیَّانَ التَّیْمِیْ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَ حُصَیْنُ بْنُ سَبْرَۃَ وَ عُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ اِلٰی زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَیْہِ قَالَ لَہُ الْحُصَیْنُ لَقَدْ لَقِیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا، رَاَیْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ سَمِعْتَ حَدِیْثَہٗ وَ غَزَوْتَ مَعَہٗ وَ صَلَّیْتَ خَلْفَہٗ لَقَدْ رَاَیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا، حَدِّثْنَا یَا زَیْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ لَقَدْ کَبُرَتْ سِنِّیْ وَ قَدُمَ عَھْدِیْ وَ نَسِیْتُ بَعْضَ الَّذِیْ کُنْتُ اَعِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا حَدَّثْتُکُمْ فَاقْبَلُوْہُ وَ مَا لَا فَلَا۔ ثُمَّ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا خَطِیْبًا فِیْنَا بِمَاءٍ یُدْعٰی خُمًّا بَیْنَ مَکَّۃَ وَ الْمَدِیْنَۃِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَ اَثْنٰی عَلَیْہِ وَ وَعَظَ وَ ذَکَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فَاُجِیْبُ وَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فِیْہِ الْھُدٰی وَ النُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ اسْتَمْسِکُوْا بِہٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَ رَغَّبَ فِیْہِ، قَالَ وَ اَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اِلخ [2]

[1] مُسند احمد منتخب کنز العمال ص ۱۸۹، ۱۹۰ جلد ۵۔ [2] مسند احمد صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷ جلد ۴ تحت مُسندات

تنبیہ یہ روایت مسند احمد جلد چہارم مسندات زید بن ارقم میں مروی ہے ٹھیک اسی طرح یہی حدیث مسلم شریف جلد ثانی باب فضائل علیؓ میں بھی پائی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ ہے، اس کی تحقیق اور مکمل تشریح مسلم شریف کی روایت کے تحت ثبت کی جائے گی۔ الگ الگ بحث و تمحیص چلاتے کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا ناظرین کرام اس کی متعلقہ تحقیق وہاں ملاحظہ فرماسکیں گے۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت ہشتم مجروح نہیں اور سند متصل ہے۔ صرف ہم اس کے متن کی تشریح عرض کرنا چاہتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ مسلم شریف کی روایت کے تحت مفصل درج ہوگی۔ کچھ انتظار فرمائیں۔

اسناد مُسند عبد بن حمیدؒ۔ متوفی ۲۴۹/۲۴۳ سنہ ہجری

" حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الرُّكَيْنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا، كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ " [۱]

اس اسناد میں دو بزرگ ایسے ہیں جن کی پوزیشن قابلِ شنید ہے۔ ایک یحییٰ بن بن عبدالحمید۔ دوسرا اس کا شیخ شریک بن عبداللہ ہے۔ پھر اِن دونوں میں سے، شریک صاحب کا حال تفصیلاً اس سے قبل ابن ابی شیبہ کے اسناد میں لکھا جا چکا ہے۔ تکرار کی حاجت نہیں۔ البتہ یحییٰ بن عبدالحمید کا قابلِ ذکر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے منصف طبائع خود انصاف فرماسکیں گے کہ ان لوگوں کی روایت درجۂ قبول حاصل کر سکتی ہے یا نہیں؟

---

[۱] مسند عبد بن حمید قلمی ص ۲۳، مسندات زید بن ثابت موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)

یحییٰ بن عبدالحمید اہلِ سُنّت کتب رِجال میں

۱۔ یحیی بن عبد الحمید الحمانی الکوفی روی عن شریک ...... اما احمد فقال کان یکذب جهاراً و قال نسائی ضعیف ...... قال محمد بن عبد الله ابن الحانی کذاب ...... قال ابن عدی احادیثه احادیث مناکیر ...... انه شیعی بغیض، قال زیاد ابن ایوب سمعت یحیی ابن الحانی یقول کان معاویة علی غیر ملة الاسلام، قال زیاد کذب عدو الله۔

حاصل یہ ہے کہ یحییٰ بن حمانی مذکور کے متعلق امام احمد کہتے ہیں کہ یہ شخص علی الاعلان جھوٹ کہتا تھا۔ نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ محمد بن عبداللہ نے اس کو بڑا دروغ گو کہا ہے۔ ابن عدی اس شخص کی روایات کو منکر روایات شمار کرتا ہے اور یہ شخص سخت بغض رکھنے والا شیعہ ہے۔ زیاد بن ایوب کہتا ہے کہ میں نے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ معاویہ ملتِ اسلام پر قائم نہیں تھا، مگر اُس خُدا کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔[1]

۲۔ یحیی بن عبد الحمید ...... ما زلنا نعرفه انه یسرق الاحادیث ...... قال لنا عبدان قال ابن نمیر الحمانی کذاب، قال محمد بن عبد الرحیم البزار کنا اذا قعدنا الی الحمانی تبین لنا منه البلایا۔ قال ابو الشیخ الاصفهانی عن زیاد بن ایوب الطوسی، سمعت یحیی بن عبد الحمید یقول کان معاویة علی غیر ملة الاسلام قال کذب عدو الله ...

.... قال الذهلی ما استحل الروایة عنه، وقال النسائی ضعیف۔

مطلب یہ ہے کہ یحییٰ حمانی مذکور کو ہمیشہ سے ہم پہچانتے ہیں کہ یہ روایات چُراتا ہے۔ ابن نمیر نے کہا ہے کہ حمانی کذاب ہے۔ محمد بن عبدالرحیم بزار کہتے ہیں کہ جب ہم حمانی مذکور کے ہاں جاکر بیٹھتے تو ہمیں اس شخص سے بلایا و مصائب کھلتے اور واضح

---

[1] میزان الاعتدال ذہبی صفحہ ۲۹۵-۲۹۶ - جلد ۳ - طبع مصر

ہوتے اور یہ حمانی امیرِ معاویہؓ کو ملتِ اسلامی پر نہیں سمجھتا تھا۔ مگر یہ اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے اور ذہبی نے لکھا ہے کہ میں اس شخص سے روایت نقل کرنے کو حلال نہیں سمجھتا۔ نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

یحیٰ بن عبد الحمید شیعہ رجال میں

یَحْیٰی بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ الْحِمَّانِیُّ ...... لَہٗ کِتَابٌ عَنْہُ مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِیْعِ بْنِ یَحْیٰی (ست، نجش)

۲- قَالَ اَبُوْعَمْرِو کَشِّیْ ...... قَالَ یَحْیَی ابْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ الْحِمَّانِیُّ فِیْ کِتَابِہِ الْمُؤَلِّفِ فِیْ اِثْبَاتِ اِمَامَۃِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْخ

یعنی حمانی مذکور نے علی علیہ السلام کی امامت کے اثبات میں ایک کتاب تالیف کی ہے۔ ابو عمرو کشی نے بھی اس کی تصریح کی ہے [1]

۳- اسی طرح مخلص المقال فی تحقیق احوال الرجال۔ قسم خامس، باب الیاء میں اس بزرگ کو غیر مذموم رواۃ میں شامل کیا گیا ہے۔ نیز ساتھ ہی مختصر اشارات کے ذریعہ اس کو رجال نجاشی اور فہرست شیخ طوسی میں مندرج دکھایا گیا ہے۔

اسنادِ روایتِ ثقلین از سُنن دارمی

ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن التمیمی۔ متوفی ۲۵۵ ھ

محدث دارمی کا پورا نام اس طرح ہے۔ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن الفضل التمیمی الدارمی السمرقندی (المتوفی ۲۵۵ھ)، ان کا اسناد مکمل مندرجہ ذیل ہے:

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْحَیَّانَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ حَیَّانَ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا خَطِیْبًا فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ

---

[1] تہذیب صفحہ ۲۴۵ - ۲۴۶ جلد یازدہم [2] جامع الرواۃ صفحہ ۳۳۲ جلد دوم - رجال مامقانی صفحہ ۳۱۸ ج ۳

رَبِّی فاجیبهٗ وانی تارکٌ فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهُدیٰ والنور فتمسکوا بکتاب الله وخُذوا به وحثّ علیه ورغب فیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی ثلث مرات ۔ ؎

واضح رہے کہ دارمی شریف کا اسناد روایت ہٰذا بالکل صحیح متصل ہے اور زید بن ارقمؓ کی یہ روایت وہی ہے جو مسلم شریف باب فضائلِ علیؓ میں زید بن ارقمؓ سے مروی ہے۔ صرف قدرے اجمال و تفصیل کا فرق ہے اس کے متعلق جتنا قدر کلام ہم عرض کرنا چاہتے ہیں وہ مسلم کی روایت کے تحت ایک دفعہ ہی ذکر کیا جائیگا۔ ناظرین کرام، دارمی کی روایت ہٰذا کی متعلقہ بحث کو مسلم کی روایت کے تحت ہی مفصل ملاحظہ فرمائیں۔

اسناد از نوادرُ الاصول حکیم ترمذیؒ ۔ متوفی ۲۵۵ھ / ۳۲۰

قبل ازیں کہ کتاب مذکور سے اسناد مع کامل متن نقل کیا جائے ایک چیز قابلِ وضاحت ہے۔ "روایتِ ثقلین" کی تلاش کے سلسلہ میں ایک کتاب "ینابیع المودۃ" (تالیف شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم بلخی قندوزی) دستیاب ہوئی ہے۔ "مکتبۃ العرفان" بیروت (شام) کی شائع شدہ ہے۔ اِس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ ینابیع المودۃ کے ذریعہ ہم کو نوادرُ الاصول حکیم ترمذی کا اسناد جو کچھ میسر ہوا ہے، وہ ہم "ینابیع" سے نقل کر کے زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب "ینابیع المودۃ" خاص کر شیعوں کے مذاق کے موافق تالیف کی گئی ہے اور تمام تر اسی مسلک کی تائید کے لئے روایات رطب و یابس جمع کی گئی ہیں، اس سے کتاب کا حال خود ظاہر ہے۔ بہر حال روایت کا اسناد بلفظہٖ درج ذیل ہے۔

اسناد روایتِ اوّل

وَفِی نوادِرِ الاُصولِ حَدَّثَنا اَبِی قَالَ حَدَّثنا زَیدُ بنُ الحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنا معروفُ بنُ خرّبُوذ المکیّ عَنْ اَبِی الطُّفیل عامِرِ بنِ وَاثِلَة عَنْ حُذیفة بنِ اُسَیدِ الغِفَارِیِّ رضی

؎ دارمی ص۴۳۲، بابِ فضل من قرأ القرآن طبع نظامی کانپوری

اللہ عنہ قال لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع فقال یا ایہا الناس انہ قد انبأنی اللطیف الخبیر انہ لم یعمر نبی الا مثل نصف عمر النبی الذی یلیہ من قبل و انی اظن انی یوشک ان ادعی فاجیب و انی فرطکم علی الحوض و انی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیہما الثقل الاکبر کتاب اللہ عز وجل سبب طرفہ بید اللہ تعالیٰ و طرف بایدیکم فاستمسکوا بہ ولا تضلوا ولا تبدلوا والثقل الاصغر عترتی اہل بیتی فانی قد نبأنی اللطیف الخبیر انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ [1]

نوادر الاصول کی مذکورہ منقولہ روایت کے رُواۃ کو اسماء رجال سُنّی و شیعہ میں، دیکھنے سے جو تأثرات ہمیں حاصل ہوئے ہم انہیں بلا کم و کاست قارئینِ کرام کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اسناد مذکور میں زید بن الحسن اور اس کا شیخ معروف بن خربوذ مکی ہیں۔ ان اُستاد شاگرد دونوں کی کرم فرمائیوں سے یہ روایت بھی ممنون احسان ہے۔

زید بن الحسن انماطی سُنّی رجال میں

۱- "زید بن الحسن القرشی، ابو الحسن الکوفی صاحب الانماط ضعیف من الثامنۃ۔"

۲- "زید بن الحسن صاحب الانماط ..... قال ابو حاتم منکر الحدیث..."

۳- "قال ابو حاتم کوفی قدم بغداد، منکر الحدیث روی لہ الترمذی حدیثاً واحداً..... روی عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین و معروف بن خربوذ المکی..."

حوالہ جات ہر سہ کا خلاصہ یہ ہے کہ زید بن الحسن صاحب الانماط کے لقب سے مشہور ہے اور ضعیف ہے۔ طبقاتِ رجال میں آٹھویں طبقہ میں اس کا شمار ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں

---

[1] ینابیع المودت۔ جز اول ص۲۹۔ باب رابع فصل روایت ثقلین

کہ یہ شخص کوفی ہے۔ بغداد میں بھی آیا ہے۔ ثقہ و معتبر لوگوں کے خلاف روائتیں چلاتا ہے امام ترمذیؒ نے اس کی صرف ایک حدیث روائیت کی ہے اور یہ امام جعفر صادقؑ سے اور معروف بن خربوذ مکی سے روائیت کرتا تھا۔ [1]

زید بن الحسن انماطی شیعہ رجال میں

۱۔ رجال تفرشی میں ہے:

زَید بنُ الحسنِ الانماطیْ ق [2]

۲۔ زید بنُ الحسن اسند عنہ ق [3]

۳۔ زید بنُ الحسن اسند عنہ ق [4]

۴۔ مامقانی میں ہے: وَظاھرُکونہ امامیًا...... [5]

ہر چہار حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ زید مذکور مسند عنہ ہے یعنی اس سے شیعی روایات لی جاتی ہیں اور امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا گیا ہے اور مامقانی مزید اضافہ کرتے ہیں کہ اس کا "امامی المذہب" ہونا ظاہر ہے۔ جو بزرگ ہمارے رجال میں ضعیف ہوں، منکر الحدیث ہوں، ثقہ راویوں کے خلاف روایات فراہم کر کے قوم میں ترویج کرنا اُن کا شیوہ ہو اور شیعہ رجال میں مروی عنہ ہوں۔ اُن سے روائیت لی جاتی ہو، ائمہ کے خصوصی اصحاب میں شمار ہوتے ہوں مخصوص مسلک رکھتے ہوں، ایسے لوگوں کی روایت چشم پوشی کرتے ہوئے کیسے قبول کر لی جائے؟

اس کے بعد اُس کے استاذ معرُوف مکی کا ذکر خیر سنئے:

یاد رہے کہ معروف کے والد کو خربُوذ سے بھی درج کرتے ہیں اور صرف بوذ سے اندراج دیکھا جاتا ہے یعنی بعض دفعہ تخفیف کے طور پر خربوذ کو بوذ سے ذکر کر دیتے ہیں۔ فافہم و استقم۔

---

[1] تقریبُ التہذیب صـ ۱۱۲۔ میزانُ الاعتدال ذہبی، جلد اوّل صفحہ ۳۶۲۔ تہذیب التہذیب صـ ۴۰۶ ج ۳ صـ ۴۱۳، جلد اوّل۔
[2] تفرشی صـ ۱۴۳۔ [3] منتہی المقال ابو علی صـ ۳۰۸ باب الزاء [4] جامع الرواۃ ج ا صـ ۳۴۱ [5] تنقیح المقال مامقانی

معروفؒ بن خربوذ سُنّی رجال میں

۱- مَعْرُوْفُ بْنُ خَرْبُوْذَ الْمَکِّیُّ مَوْلٰی اٰلِ عُثْمَانَ رَوٰی عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ ...... قَالَ ابْنُ خُثَیْمَةَ عَنِ ابْنِ مُعِیْنٍ ضَعِیْفٌ۔ ؎۱

۲- ...... رُبَّمَا وَهِمَ وَکَانَ اَخْبَارِیًّا " ؎۲

۳- مَعْرُوْفُ بْنُ خَرْبُوْذَ الْمَکِّیُّ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ صَدُوْقٌ شِیْعِیٌّ .... ضَعَّفَهٗ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ قَالَ اَحْمَدُ مَا اَدْرِیْ کَیْفَ حَدِیْثُهٗ۔ ؎۳

سُئِلَ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ عَنْ مَعْرُوْفِ ابْنِ خَرْبُوْذَ الْمَکِّیِّ الَّذِیْ رَوٰی عَنْهُ وَکِیْعٌ فَقَالَ ضَعِیْفٌ۔ ؎۴

ہر چہار حوالہ جات کا مطلب یہ ہے کہ یہ معروف مکّی جو ابوالطفیل سے روایت کیا کرتا تھا، ابن معین اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ بسا اوقات روایت میں اس کو وہم ہوتا تھا اور "اخباری فرقہ" سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ صدوق تو ہے لیکن شیعہ ہے۔ امام احمد اس کے حق میں فرماتے ہیں، مَیں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث کس قسم کی ہے؟ یحیٰی سے سوال ہوا کہ یہ کیسا آدمی ہے؟ اُنہوں نے کہا یہ ضعیف شیعہ ہے۔

معروفؒ بن خربوذ مکّی شیعہ رجال میں

مَعْرُوْفُ بْنُ خَرْبُوْذَ الْمَکِّیُّ الْقُرَشِیُّ الْکُوْفِیُّ ..... قَالَ الْکَشِّیُّ اَیْضًا فِیْ مَوْضِعِ اُخْرٰی اِنَّهٗ مِمَّنْ اَجْمَعَتِ الْعِصَابَةُ عَلٰی تَصْدِیْقِهِمْ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ جَعْفَرَ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَانْقَادُوْا لَهُمْ بِالْفِقْهِ فَقَالُوْا اِنَّهُمْ اَفْقَهُ الْاَوَّلِیْنَ "۔

مطلب یہ ہے کہ شیخ کشّی نے کہا ہے کہ معروف بن خربوذ مکّی کوفی کا شمار ایسے

؎۱ تہذیب ص۲۳۰ ج ۱۰ ؎۲ تقریب ص۳۵۰ ؎۳ میزان الاعتدال ص۱۸۴ ج ۳ ؎۴ الجرح والتعدیل رازی ص۳۲۱ ج ۴ ق اول۔

لوگوں میں ہے جن کے اصحاب امام باقرؑ و امام جعفر صادقؑ میں سے ہونے پر ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے اور فقہی مسایل پر جن کے لوگ پیروکار ہوتے ہیں اور اولین فقہائے شیعہ میں یہ بہت بڑے فقیہہ ہیں۔ [۱]

۲- " فِی المُنتَهیٰ المقَال...... وَفِی الوَجیزۃِ ثِقَۃٌ " یعنی صاحب المنتھی المقال نے ابو جیزہ ھ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ شخص معروف مکی ثقہ و معتبر ہے [۲]

۳،۴- مَعرُوفُ بْنُ خَرَّبُوذَ...... قَالَ الکَشِّیُّ اِنَّہٗ مِمَّنْ اجْتَمَعَتِ الْعِصَابَۃُ عَلیٰ تَصْدِیقِھِمْ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ جَعْفَرَ وَاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ وَالْقَادُ وَالَھُمْ بِالْفِقْہِ فَقَالُوْا اِنَّہٗ اَفْقَہُ الْاَوَّلِیْنَ وَفِی الْوَجِیْزَۃِ وَالْبُلْغَۃِ اِنَّہٗ ثِقَۃٌ اِجْتَمَعَتِ الْعِصَابَۃُ عَلیٰ تَصْحِیْحِ مَا یَصِحُّ عَنْہُ۔

یعنی جامع الرواۃ میں وہی اس کی صفات درج ہیں جو رجال تفرشی میں مذکور ہیں یعنی اصحابِ باقر و صادق علیہ السلام سے ہے اور فقہی مسایل میں لوگوں کے لئے پیش رو ہے اور اولیں فقہائے شیعہ سے ہے۔ مامقانی کہتے ہیں کہ یہ معتبر شخص ہے جو کچھ بھی اس سے صحیح منقول ہوا ہے اس کی تصحیح پر جماعت نے اتفاق کیا ہے [۳] اور صاحب جامع الرواۃ نے مزید ایک یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ اصول کافی شریف اور کتاب "مَنْ لَا یَحْضُرہُ الفقیہ" کی روایات کو یہ شخص بواسطہ ابو الطفیل (عامر بن واثلہ) علی المرتضیٰؑ سے روایت کیا کرتا ہے۔ [۴]

۵- تحفۃ الاحباب میں بھی شیخ عباس قمی نے اس بزرگ کی توثیق درج کی ہے لکھتے ہیں کہ:

" شیخ کشی روایات در مدح و قدح او وارد کردہ لکن آں روایات ضعیف است و معروف بطول سجدہ معروف ست۔ " [۵]

---

[۱] رجال تفرشی ص۳۴۰، ص۳۴۹ [۲] منتہی المقال ص۳۰۸ [۳] جامع الرواۃ ص۲۴۶ ج دوم، رجال مامقانی ص۲۴۱ ج ۳ [۴] جامع الرواۃ ص۲۴۷ ج ۲ [۵] تحفۃ الاحباب شیخ عباس قمی ص۳۶۹ طبع ایران

مُلَخَّصُ الْمَقَالِ فِیْ تَحْقِیْقِ اَحْوَالِ الرِّجَالِ، القسم الاول فی الثقات،
میں اس کی توثیق ان الفاظ سے کی گئی ہے کہ:

"هُوَ اَقْرَبُ مِنَ الصَّوَابِ وِفَاقاً لِجَمَاعَةٍ"

یعنی معروف مکی کی توثیق کرنا زیادہ صحیح اور درست ہے۔ ؎۱

تمام قیل وقال کا حاصل یہ ہوا کہ معروف صاحب دوستوں کے ہاں بڑے معتبر راوی ہیں اور اُن کی صحاحِ اربعہ کے راوی ہیں اور بڑے عابد زاہد ہیں۔ بڑے بڑے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے اور ہمارے ہاں جو ان کی پوزیشن ہے وہ اوپر درج ہو چکی ہے۔ ایسے مہربانوں کی پہچوں قسم روایت از روئے قواعدِ اہلِ سنّۃ اخذ نہیں کی جا سکتی۔

روایتِ دوم از نوادرالاصول

یہ روایت جابر بن عبداللہ رضؓ سے مروی ہے اور بغیر اسناد کے بالفاظِ ذیل درج ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّتِهٖ یَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰی نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ یَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَّا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ۔ ؎۲

نوادرالاصول کی اس دوسری روایت کا اسناد کہیں سے باوجود تلاش کے میسّر نہیں ہوا البتہ پہلا راوی جو صحابی ہے وہی ذکر کر دیا ہے، باقی نیچے کی پوری سند صاحبِ کتاب تک غائب ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ کی روایت بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ جامع ترمذی میں موجود ہے جو مشہور محدث امام ابوعیسٰی ترمذی کی تصنیف ہے۔ یہ وہی روایت ہے اور اس جامع ترمذی کی روایت پر عنقریب مستقل بحث آ رہی ہے۔

؎۱ ملخص المقال ص۱۰۹، قسم الاول فی الثقات ؎۲ نوادر الاصول للحکیم الترمذی ص۶۸ طبع مصر

انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑی سی انتظار فرمائیں تسکین خاطر ہوجائے گی۔

صاحبِ نوادر الاصول کی روایات اور تصانیف کے حق میں ایک ضروری تحقیق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے "بستان المحدثین" میں ثبت فرمائی ہے۔ ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ کی خاطر ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ آخر بحث میں وہ بھی مندرج ہوجائے

"باید دانست کہ در تصانیف ایشاں ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسین بن بشر بن المؤذن الملقب بہ حکیم ترمذی) احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است وسبب ایں حادثہ را خود ایشاں بیان کردہ اند۔ در طبقات شعراوی مذکور است کہ ایشاں می گفتند کہ من ہیچگاہ تفکر و تدبیر و تأمل پیش از کار تصنیف نہ کردہ ام و نہ غرض من آنست کہ کسی ایں مؤلفات را بمن نسبت کند بلکہ چوں مراقبض وقت می شد تسلی و آرام بہ تصنیف می جستم و ہرچہ بخاطرمی رسیدمی نوشتم پس معلوم شد کہ اکثر مصنفات ایشاں از قبیل مسودات است محتاج بہ نظر ثانی و تہذیب و تنقیح و حذف و اصلاح ماندہ" [1]

ترجمہ: یعنی معلوم ہونا چاہئے کہ حکیم ترمذی کی تصنیفات میں بہت سی غیر معتبر و موضوع جعلی، روائتیں مندرج ہوچکی ہیں۔ اِس چیز کی وجہ خود اُن سے "طبقات شعراوی" میں ذکر کی گئی ہے، اس طرح کہ حکیم ترمذی کہتے تھے، مَیں نے تصنیف و تالیف کے کام میں اس سے قبل کبھی تدبر و تفکر نہیں کیا اور نہ ہی میری خواہش طبع ہے کہ یہ تالیفات میری طرف منسوب کی جائیں۔ بلکہ جب کبھی مجھے قبض کا عارضہ اہلِ تصوف کی اصطلاح کے موافق قبض روحانی مراد ہے پیش آتا تو تسلی و سکون کی خاطر تصنیف و تالیف کی راہ اختیار کرلیتا اور جو کچھ قلب پر وار دات گزرتے ان کو ضبطِ تحریر میں لاتا بنابریں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصنیفات "مسودات" کے درجہ ہی میں رہ گئی ہیں جو نظر ثانی کی محتاج تھیں۔ اُن کی تہذیب و تنقیح، حذف و اصلاح نہیں ہوسکی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے تبصرہ کے بعد نوادر الاصول کا درجۂ اعتماد تو واضح ہوچکا ہے خصوصًا

---

[1] بستان المحدثین فارسی ص۹۳ طبع لاہور

جبکہ خاص کسی عقیدۂ اسلامی کے اثبات کے لئے اس قسم کی روایات اخذ کی جارہی ہوں تو ادراحتیاط کی ضرورت ہے، اور صحت وسقم کا خیال کرنا ازبس ضروری ہے۔

نوادر الاصُول کی بحث کا ضمیمہ

مشہور قول ہے کہ جوئیدہ یابندہ ہوتا ہے۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ثانی روایت جو جابر بن عبداللہ سے مروی ہے جس کی سند کے عدمِ حصول کا ہم اپنی جگہ افسوس کررہے تھے۔ اتفاقاً کتاب ینابیع المودت جزء ثالث کا مطالعہ کرتے ہوئے مذکورہ روایت مکمل سند کے ساتھ میسر ہوگئی۔ اس وقت بے حد مسرت ہوئی مکمل الفاظِ اسناد جو ینابیع المودۃ میں پائے گئے ہیں، اس طرح ہیں:

وفی نوادر الاصول حدثنا نصر بن عبد الرحمٰن الوشاء قال حدثنا زید بن الحسن الانماطی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر عبد اللہ رضی اللہ عنہم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجتہ یوم عرفۃ وھو علی ناقۃ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی [1]

اوّلاً ناظرین کرام پر یہ واضح ہو کہ یہ تمام سند وہی ہے جو ترمذی شریف میں روایتِ ثقلین کے تحت عنقریب آرہی ہے۔ صحتِ سقم کے اعتبار سے زید بن الحسن انماطی کی وجہ سے یہ تمام معاملہ خراب ہورہا ہے۔ اس کی تفصیل ہم ابھی ابھی اسی نوادر الاصول کی پہلی سند میں پوری تشریح کے ساتھ درج کرچکے ہیں، اعادہ کی حاجت نہیں۔

ثانیاً یہ کہ ینابیع المودۃ کی توضیحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب نوادر الاصول حکیم ترمذی کی روایات، مقامِ اعتماد میں جس درجہ کی بھی ہیں۔ اصل نسخہ میں پورے اسنادِ تمام کے ساتھ مدون تھیں مگر کتاب کے طبع کرنیوالے لوگوں نے وقتِ طبع اکثر وبیشتر اسانید قطع ودیگر

---

[1] "ینابیع المودۃ" الجزء الثالث الباب الخامس والستون ص۱۹ ج۳۔ طبع بیروت شام الطبعۃ الثانیہ

کر دئے ہیں تا کہ حجم کتاب کم رہے پھیل نہ جائے۔ صاحب ینابیع کے ہاں وہ اصل نسخہ قلمی نوادر الاصول محفوظ ہے جس میں وہ بعض اسانید پورے نقل کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بِحقیقۃِ الحَال۔

اسنادِ صحیح مُسلم شریف

از مُسلم بن الحجاج القشیری (متوفی سنہ ۲۶۱ھ)

روایتِ ثقلین کے جتنے اسانید ہم جمع کر کے میدانِ تحقیق میں پیش کر رہے ہیں۔ اُن میں سب سے زیادہ صحیح اور متصل اسنادِ مُسلم کا ہے اور مسند احمد کی روایات میں سے ہشتم روایت کا اور دارمی کا اسناد بھی بالکل صحیح و متصل ہے اور یہ تینوں متون دراصل متن واحد ہیں۔ مسند احمد کی روایت اور مسلم کی روایت میں تو لفظاً بھی کوئی خاص تفاوت ہی نہیں شاید کسی ایک حرف کا فرق آجائے البتہ دارمی کی روایت لفظاً مختصر ہے لیکن معنیً اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ رواۃ نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے اس مضمون کو مختصر کر دیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک ہی روایت ہے، فلہٰذا ان کی تفصیل بھی یکجا کرنی مناسب ہے۔ امام احمد اور دارمی کے متون روایت پہلے اپنے اپنے مقامات پر درج ہو چکے ہیں۔ اب صرف مسلم شریف کی روایت مکمل پیش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان ہر سہ متون کی تفصیلات یکجا عرض کی جائیں گی۔

حدثنی زهیر بن حرب وشجاع بن مخلد جمیعًا عن ابن علیة (اسمٰعیل بن ابراهیم) قال زهیر حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم، حدثنی ابوحیان حدثنی یزید بن حیان قال انطلقت انا وحصین بن سبرة وعمر بن مُسلم الی زید بن ارقم فلما جلسنا الیه قال له حصین لقد لقیتَ یازید خیرًا کثیرًا رأیتَ رسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ علیهِ وَسَلَّمَ وسمعتَ حدیثهٗ وغزوتَ معهٗ وصلّیتَ خلفهٗ لقد لقیتَ یازید خیرًا کثیرًا احدثنا یازید ما سمعت

مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلّمَ قالَ یا ابن اخی و اللہ لقد کَبُرَتْ سِنّی و قدم عہدی ونسیتُ بعض الّذی کنتُ اعی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فما حدّثتکم فاقبلوہ ومالا فلا تکلّفونیہ ثمّ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یومًا فینا خطیبًا بماء یدعیٰ خُمًّا بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ووعظ وذکّر ثمّ قالَ امّا بعد اَلا ایّھا النّاس فانّما انا بشرٌ یُوشک اَنْ یأتینی رسول ربّی فاجیبُ وانا تاركٌ فیکم الثّقلین اولھما کتابُ اللہ فیہ الھُدیٰ والنّور، فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہٖ فحثّ علی کتاب اللہِ ورغّبَ فیہ ثمّ قال واھل بیتی اذکّرکم اللہ فی اھل بیتی، اذکّرکم اللہ فی اھل بیتی، اذکّرکم اللہ فی اھل بیتی فقال لہ الحصین ومن اھل بیتہٖ یا زید الیس نسائہٗ مِنْ اھل بیتہٖ؟ قال نسائہ مِنْ اھل بیتہٖ ولکنّ اھل بیتہٖ من حرم الصدقۃ بعدہٗ قالَ مَنْ ھُمْ؟ قالَ ھم اٰلُ علیٍّ واٰلُ عقیلٍ واٰلُ جعفرٍ واٰل عبّاسٍ قال کُلُّ ھٰؤلاءِ حرم الصّدقۃ قال نعم [1]

یعنی زید بن حیان کہتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرۃ وعمر بن مُسلم تینوں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے - جب ہم لوگ اُن کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے اُن سے کہا کہ اے زید! آپ نے خیر کثیر حاصل کی ہے - حضور علیہ السلام کا آپ نے دیدار کیا - آپ کی احادیث سُنیں اور اُن کے ساتھ ہو کر جہاد کیا - آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں - اے زید! آپ نے خیر کثیر پائی - حضور علیہ السلام سے جو آپ نے سُنا ہے وہ ہم کو بیان کیجئے - زید جواب میں کہنے لگے - اللہ کی قسم، اے بھتیجے! میری عمر بڑی ہو گئی ہے اور بعض چیزیں جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجھے یاد تھیں وہ اب بھول گیا ہوں - لہٰذا جو کچھ میں تم کو بیان کروں اس کو قبول کر لو اور جو بیان نہ کر سکوں اس کی مجھے مت تکلیف دو - پھر اس کے بعد زید کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان غدیر خم میں

---

[1] مسلم جلد دوم - باب فضائل علیؓ ص ۲۷۹ - طبع نور محمدی دہلی -

جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ پس آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! مَیں بھی ایک انسان ہوں۔ عنقریب اللہ کی جانب سے قاصدِ موت میرے ہاں پہنچے گا مَیں قبول کروں گا اور مَیں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان دو میں سے پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو پکڑو اور اس کے ساتھ تمسّک کرو۔ پس حضرتؐ نے کتابُ اللہ کے عمل پر برانگیختہ کیا اور اس کی رغبت دلائی پھر اس کے بعد فرمایا اور میرے اہل بیت ہیں۔ تم کو اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہُوں۔ اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہُوں۔ اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہُوں "۔

حاصل یہ ہے کہ اہل بیتؓ کے متعلق وصیت کی جارہی ہے کہ اُن کے ساتھ عمدہ سلوک اور حسنِ معاملہ کرنا ہوگا۔ اُن کے ساتھ مودّت اور محبت و توقیر و تعظیم کرنی ہوگی اُن کے حقوق کی رعائت پیشِ نظر رکھنی ہوگی، تاکہ اُن پر مظالم اور سختی وارد نہ ہو۔

مندرجہ ذیل امور اِس روایت کے متعلق قابلِ توجہ ہیں:

۱۔ حضرت زیدؓ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت اُس زمانہ کی بیان کردہ ہے جیساکہ وہ خود بڑی وضاحت سے فرمارہے ہیں کہ عمر بڑی ہوگئی ہے۔ واقعات کو دیکھے سُنے ہوئے مدّتِ دراز ہوگئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی چیزیں اب پُوری طرح محفوظ نہیں رہیں۔ زیدؓ بن ارقم نے جیسے یہاں بیانِ روایت سے قبل ایک معذرت ذکر کی ہے۔ اسی طرح اُن سے مسندِ احمد صفحہ ۳۶۶/۳۶۷ جلد چہارم کی روایتِ ہشتم میں بھی یہی الفاظِ معذرت مروی ہیں جیساکہ اپنے مقامِ روایت میں گزر چکا ہے اور ابنِ ماجہ باب التوقی فی الحدیث صفحہ ۴ میں بھی یہی اظہارِ معذرت حضرت زید موصوف سے منقول ہے چنانچہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جب اُن کو ذکر کرتے ہیں کہ:

حدّثنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال (زید) کبرنا ونسینا

والحدیث عن رسولِ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لشدید۔

یعنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں حدیث سنائیے تو زید جواب میں کہتے ہیں کہ ہماری عمر بڑی ہو چکی ہے، نسیان آگیا ہے، حضور اکرمؐ سے حدیث نقل کرنا مشکل کام ہے۔

۲۔ روایتِ ہٰذا کے متصلاً بعد اس مضمون کی ایک دوسری روایت زید بن ارقم سے مسلم کے اسی مقام میں مروی ہے۔ اس میں اہلِ بیت سے ازواجِ مطہراتؓ کا خارج ہونا ذکر کیا ہے اور روایتِ ہٰذا میں اقرار ہے کہ ازواجِ مطہراتِ نبی کریمؐ اہل بیت میں داخل ہیں۔ ایک ہی راوی سے ایک ہی روایت میں اس طرح کے دو متخالف قول کا پایا جانا ضبط کے خلاف ہوا کرتا ہے۔

۳۔ اس روایت میں ثقلین (دو بھاری چیزیں) کے بعد اوّلُھُما کتابُ اللہ کا ذکر صریحاً کر دیا گیا ہے اور ثانیہما کا تذکرہ تصریحاً نہیں کیا گیا کہ دُوسری کیا چیز ہے؟ نیز کتابُ اللہ کے ذکر کے ساتھ ضروری تشریحات فرما دی گئی ہیں کہ اس میں ہدایت و نور ہے، اس کو اخذ کیا جائے۔ اس کے ساتھ تمسک کیا جائے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے برانگیختہ کیا گیا ہے۔ اس کے ماننے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ادھر اہلِ بیت کے ساتھ یہ الفاظ جن سے اُن کا مدارِ دین ہونا ثابت ہو سکے اور واجبُ الاطاعۃ ہونا معلوم ہو سکے نہیں ذکر کئے گئے بلکہ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک اور محبت کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ جس میں کسی کو کلام نہیں ہے اور یہ امر بین الفریقین مُسلّم ہے۔

۴۔ نیز روایت ہذا میں ثمّ قال کے الفاظ اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ ثقلین میں دوسری چیز اہل بیت نہیں ہے۔ عربی زبان میں ثمّ کا لفظ تراخیِ مضمون کے لئے آیا کرتا ہے۔ یہ بتلا رہا ہے کہ اہل بیت کا تذکرہ سابقہ مضمون سے جُدا ہے۔ اس سے قبل کچھ اور مفہوم بیان کیا جا رہا تھا جس کو روایت کرنے والے نے حذف کر کے ثمّ قال کے الفاظ کہہ کر اب اہل بیت کا نیا مضمون شروع کر دیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ لفظ ثمّ کے بعد اہلِ بیت کا ذکر کیا جانا بالکل جدید چیز ہے۔ اس کا دو ثقل کے ساتھ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ کسی مسلسل اور متصل کلام کے درمیان ثمّ قال کا لفظ

موزوں نہیں ٹھہرتا۔ چنانچہ خود اسی روایت میں اس ثمّ سے پہلے دو بار لفظ ثمّ کا استعمال موجود ہے۔ ان تمام مقامات میں غور فرمالیا جائے تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

۱۔ پہلی بار زید بن ارقمؓ نے اپنے مخاطب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرمانے سے قبل ایک معقول معذرت کی ہے کہ عمر رسیدہ ہو گیا ہوں۔ زمانہ دراز گزر گیا ہے بعض چیزیں فراموش ہو چکی ہیں اب جو کچھ از راہِ خود ذکر کروں۔ اسی پر اکتفاء کرنا ہوگا۔ اِس طویل تمہید کے بعد ثمّ قال کا لفظ لایا گیا ہے۔ یعنی اب مقصد کی بات شروع ہوتی ہے۔ اس مقام میں ثمّ سے قبل اور ثمّ کے بعد کا متفاوت ہونا بالکل واضح ہے۔

۲۔ دوسری دفعہ اس روایت میں ثمّ کا استعمال اس طرح ہوا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یوم غدیرِ خم کے مقام پر خطبہ دیا۔ حمد و ثنا بیان فرمائی۔ وعظ و نصیحت کی، ثمّ قال اما بعد یعنی حمد و ثنا اور وعظ و تذکیر کے بعد ایہا الناس کے ساتھ خطاب کر کے، ایک مستقل دوسری چیز بیان فرمانی شروع کی۔ یہاں ثمّ کا ماقبل مضمون ثمّ کے مابعد والے مضمون سے صاف طور پر جُدا اور مختلف چیز ہے، متحد نہیں ہے۔

۳۔ اب تیسری بار یہاں ثمّ کا لفظ ذکر ہوا ہے۔ اس کو بہ نظرِ انصاف سوچ لیا جائے یہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا، لوگو! ہمارے ارتحال و انتقال کا وقت آگیا ہے ہم دو بڑی اہم چیزیں تم میں چھوڑ رہے ہیں۔ اوّل اُن کی کتاب اللہ ہے جس میں ہدائت اور نُور ہے۔ اس کو اخذ کرنے اور تمسّک کی طرف توجّہ دلائی اور اس پر عمل کی ترغیب دی پھر ثمّ قال کا استعمال ہوا ہے۔ اِس ثمّ سے قبل کتاب اللہ کی اہمیت بیان ہو رہی ہے اور اس کا وجوب تمسّک و ترغیب عمل کا ذکر ہے پھر اس مضمون سابق سے رخ بدل کر اہلِ بیت کے ساتھ حسن معاملہ کا جدید مضمون شروع کر دیا گیا۔ اگر صاحب کلام کا قصد، دو بڑی چیزوں کے درمیان اتحاد فی التمسک اور وجوب فی الاطاعۃ ہے تو ان چیزوں کے ذکر کے درمیان ثمّ قال کا استعمال ہرگز موزوں نہیں ہے۔ یہ امر بھی واضح رہے کہ محدثین میں کسی روائت کے مضمون کو مختصر کر کے بیان کرنے کا عام دستور جاری تھا۔ اس

چیز سے کوئی واقفِ کار شخص انکار نہیں کرسکتا۔ اس اختصار کے پیشِ نظر روایتِ ہذا میں رواۃ کی طرف سے ثقلین میں سے ثانی چیز ذکر نہیں کی گئی اور اس مقام میں غور و فکر کرنے سے ایسے شواہد و قرائن پائے گئے ہیں جو اس امر کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ ثقلین میں سے ثانی چیز اہل بیت نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری چیز ہے۔

قرینہ اول۔ ثقلین کے بعد متصلاً اولھما کتاب اللہ فرمایا ہے۔ اوّل کا لفظ خود نشان دہی کر رہا ہے کہ اوّل کے مقابلہ میں یہاں ایک ثانی چیز مذکور ہونی چاہیئے جس کو ثانیھما سے تعبیر کیا جائے اور اہل بیت کو ثانیھما کے عنوان سے نہ تعبیر کرنا بتلا رہا ہے کہ ثانی چیز اہل بیت نہیں ہے۔

قرینہ دوم۔ ثقلین میں سے کتاب اللہ کا ذکر ہوا ہے تو اس کی اہمیت و ضرورت میں متعدد صفات ذکر کی گئی ہیں۔ اس میں ہدایت و نور کا پایا جانا اس کے اخذ کا حکم کرنا۔ استمساک کا فرمان دینا۔ اس پر عمل در آمد کے لئے برانگیختہ کرنا۔ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی ترغیب دلانا۔ لیکن اہل بیت کے ذکر کے ساتھ ان ضروری و اہم چیزوں میں سے کوئی بات مذکور نہیں پس ثقل ثانی اہل بیت نہیں اور جہاں اہل بیت کا ذکر ہے وہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔

قرینہ سوم۔ نیز اس موقعہ میں لفظ "ثم" کا استعمال ہوا ہے جو تراخیٔ مضمون کیلئے مستعمل ہوتا ہے (جیسا کہ بالتفصیل سابقاً گزرا ہے)، تو "ثقلین" میں سے ایک "ثقل" کے تذکرہ ختم ہونے کے بعد دوسرے ثقل کے مذکور ہونے سے قبل لفظ "ثم" کا لایا جانا موزوں اور مناسب نہیں ہے۔

ان قرائن اور شواہد کی بنا پر یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ ثقلین میں سے ثانی چیز یہاں اہل بیت نہیں ہے بلکہ جمہور علماء کے نزدیک وہ ثانی چیز سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اختصارِ مضمون کی بنا پر اس کا ذکر یہاں نہیں ہو سکا۔

تنبیہ:۔ رسالہ ہٰذا کے دوسرے حصہ میں ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور وصیت کتاب اللہ و سنتی کی روایات کو یکجا کر کے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ ثقلین کا صحیح مفہوم

اور مصداق عوام وخواص کے سامنے آجائے۔ اللہ کریم اس مقصدِ خیر کی تکمیل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ اس دوسرے حصہ میں ثابت کیا جائے گا کہ ثقلین کتابُ اللہ و سُنّتِ رسُول اللہ ہیں جن کے ساتھ امت کا تمسک کرنا واجب ہے۔

۶

ان توضیحات کے بعد اہلِ انصاف کو ہم اس چیز کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ مسلم شریف کی روایت اور مسند احمد و دارمی کی ہر سہ روایات کی تفصیل تو آپ کے سامنے آچکی ہے۔ مزید تین اور محدثین (بیہقی ابن المغازی و بغوی) سے بھی یہ روایت ثقلین متعدد طرق سے مروی ہے اور اس کا اندراج حسبِ ترتیب اپنے اپنے موقعہ پر ہوگا مگر اُن میں حافظ بیہقی کی روایتِ دوم اور ابن المغازی کی روایتِ چہارم اور محی السنۃ بغوی کی روایت یہ ہر سہ روایات بالکل مسلم شریف کی روایت کے موافق ہیں۔ الفاظِ روایت میں شاید ہی کسی حرف کا فرق آجائے؛ ورنہ بعینہٖ روایتِ مُسلم کے مطابق یہ روایات ثلاثہ زید بن ارقم صحابی سے یہ سب مروی ہیں۔ زید موصوف سے یزید بن حیان راوی ہے اور یزید بن حیان سے روایت کنندہ ابوحیان التیمی ہے جس کا نام یحیٰی بن سعید ہے یہ سب ثقہ و معتمد وغیر مجروح راوی ہیں۔

اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مذکور ہر سہ محدثین کی ان ہر سہ مرویات کا متن بھی جب مسلم شریف کے متن کے مطابق ہوا تو یہ کل ایک روایت ٹھہری متعدد روایات نہیں ہیں اور مندرجہ بالا تفصیلات جو ہم نے مُسلم کے متن کے تحت پیش کی ہیں وہ تمام یہاں معتبر اور جاری تصوّر ہوں گی جن کا حاصل یہ ہے کہ:

۱۔ یہ ہر شش حوالہ جات (احمد و دارمی و مسلم و بیہقی ابن المغازی و بغوی) تمام کی تمام روایت ایک ہے، الگ الگ اُن کو شمار نہیں کرنا چاہئے۔ ان سب مقامات میں ابوحیان اکیلا اور متفرد راوی ہے فلہذا یہ روایت خبرِ واحد ثابت ہوئی، نہ کہ خبرِ مشہور اور متواتر۔

۲۔ ان سب روایات میں کتابُ اللہ کو ہدایت اور نُور کے الفاظ سے ذکر کیا

گیا ہے۔ اہلِ بیت کے حق میں یہ الفاظ نہیں استعمال کئے گئے۔

۳۔ کتابُ اللہ کو اخذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اہلِ بیت کے حق میں یہ حکم نہیں فرمایا گیا۔

۴۔ کتابُ اللہ کے ساتھ تمسک (مضبوط پکڑنا) کا فرمان ہو رہا ہے، اہلِ بیت کے واسطے یہ فرمان نہیں ہوا۔

۵۔ کتابُ اللہ کے متعلق تحریض (برانگیخت) کی گئی ہے۔ اہلِ بیت کے لئے نہ یہ حکم ہے اور نہ یہ تحریض۔

۶۔ کتابُ اللہ کے حق میں ترغیبِ عمل دلائی گئی ہے۔ یہ چیز اہل بیت کے متعلق مذکور نہیں۔

۷۔ ثمّ کا لفظ تراخیِ مضمون کے لئے ہوا کرتا ہے۔ متحد مضمون اور متفق مضمون کی دو چیزوں کے درمیان لفظ ثمّ لانا موزوں نہیں ہے بلکہ اس کی وضع اور ساخت کے خلاف استعمال ہے۔

۸۔ روایتِ ہذا میں قرائنِ موجودہ کی بنا پر حتماً کہا جا سکتا ہے کہ "ثقلین" میں سے ثانی چیز "اہل بیت" نہیں ہے بلکہ سنتِ نبویؐ ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم۔

(۷)

مدعیانِ حبِ اہلبیت اور ہمارے درمیان مابہ الاختلاف یہ چیز ہے کہ اہلبیت کی اطاعت اور تابعداری قرآنِ مجید کی طرح واجب اور لازم ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ روایتِ ہذا سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے تفصیلاتِ بالا میں واضح کر دیا ہے روایتِ ہذا میں کتابُ اللہ کی اطاعت کا بیان صراحتاً موجود ہے اور اہلِ بیت کے ساتھ تمسک کرنا اور اُن کی اطاعت کرنا یہاں مذکور نہیں۔ فلہٰذا یہ روایت جس دعوٰے کے اثبات کی خاطر پیش کی گئی ہے اس مدعیٰ کو ثابت نہیں کر سکتی۔

دلیل ہٰذا سے اہلِ بیت کے حقوق کی رعایت اور احترام و حسن سلوک تو ثابت ہوتا ہے، لیکن جو مدعیٰ وجوبِ اطاعت ہے، وُہ بالکل ثابت نہیں ہوتا اور جو دلیل اپنے مدعیٰ کو ثابت نہ کر سکے وہ تقریب تام نہیں لہٰذا یہاں تقریبِ تام نہیں ہے۔

(۸)

چونکہ مسلم شریف کی روایت، ثقلین کی تمام روایات سے نہایت اہم تھی اس وجہ سے اس کی ذیلی تفاصیل میں بحث ذرا طویل ہوگئی ہے۔ ناظرین کرام ملال نہ فرمائیں۔ آخر میں ہم ایک چیز کی طرف ناظرین کی توجہ دلا کر مندرجہ بالا روایت کی بحث کو ختم کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ان دوستوں کے ہاں اہلِ بیت کا مفہوم یہی بارہ امام بشمول سیدہ فاطمہؓ ہیں۔ اب قابلِ توجہ یہ چیز ہے کہ اہلِ بیت کا مفہوم و مصداق کیا ہے؟ اہلِ بیت میں کون کون شامل ہیں؟ اس مقصد کو بھی اس روایت نے صاف بتلا دیا ہے۔ جب زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہراتؓ اہلِ بیت ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات تو خود اہلِ بیت ہیں۔ مزید یہ چار خاندان بھی اہلِ بیت ہیں۔ اولاد علی ابن ابی طالبؓ۔ اولاد عقیل بن ابی طالبؓ۔ اولاد جعفر بن ابی طالبؓ۔ اولاد عباس بن عبد المطلبؓ۔ یہ سب حضرات روایت ہذا کی رُو سے "خاندانِ اہلِ بیت" میں شامل ہیں یاد رہے کہ اگر اس روایتِ مسلم سے وجوبِ اطاعت کا مسئلہ ثابت کرنا ہے، تو ثقلِ ثانی، اُن کے گمان میں اہلِ بیت ہوئے اور اہلِ بیت یہ سب چاروں خاندان بشمولِ ازواجِ مطہرات ہیں فلہذا ان سب کی اطاعت واجب اور لازم ٹھہری۔ دوستوں کو غور و فکر اور تدبر و تیقن کے بعد یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ مطلب ہذا اخذ کیا جائے یا ترک کیا جائے؟

اسناد از ترمذی شریف

(ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ)

جامع ترمذی میں روایتِ ثقلین' دو طریقوں سے مروی ہے۔ طریقِ اول پہلے درج کیا جاتا ہے۔ اس کے اسناد کی تحقیق ختم کرنے کے بعد دوسرا طریق درج ہوگا:۔

روائیتِ اوّل

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي۔ [1]

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ "نوادر الاصول حکیم ترمذی" کی دوسری روائیت جو جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ بعینہٖ یہی روائیت ہے۔ گویا وہاں اسناد مکمل مفقود تھا یہاں موجود ہے۔ جامع ترمذی کے اس اسناد کو "اسماء رجال" کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اِس سند میں ایک مہربان زید بن الحسن ہیں، یہ سب کچھ اُن کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ اُن کی پوزیشن ہم تفصیل سے نوادر الاصول حکیم ترمذی کی روائیت اوّل کے تحت واضح کر چکے ہیں۔ یہ بزرگ ضعیف عند المحدثین ہیں۔ منکر روایات لاتے ہیں اور معروف مکّی جو مشہور شیعہ راوی ہے۔ اس کا سب اندوختہ انہوں نے قوم میں پھیلا دیا ہے اور شیعہ کے ہاں یہ بزرگ اُن کا مروی عنہ ہے یعنی مقبول الروائیت ہے۔ امامیُّ المذہب ہے اور چھٹے امام جعفر صادق کے خصوصی اصحاب میں اس کا شمار ہے۔ اِن تفصیلات کے منقح ہونے کے بعد روائیتِ ہذا اہل السنّۃ کے قواعد کی رُو سے قبول نہیں کی جا سکتی۔

روائیتِ دوم

دُوسرا طریق جو ترمذی شریف میں مروی ہے اس کے مِن وعَن الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَالْأَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ

---

[1] ترمذی شریف صہ ۲۱۹ جلد دوم۔ باب مناقب اہل بیت

زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَّا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ [1]

اس اسناد کی تحقیق و تفتیش کی گئی ہے۔ اس میں تین بزرگ ایسے برآمد ہوئے ہیں جو مخلص شیعہ ہیں۔ ان کے اخلاص فی التشیع معلوم کر لینے کے بعد رد و قبول کا مسئلہ خود بخود ہی حل ہو جاتا ہے۔ علی بن المنذر کوفی اور محمد فضیل کے کوائف مندرجہ حاضر کئے جاتے ہیں اور تیسرے صاحب عوفی ہیں۔ عطیہ کے متعلقات، ہم طبقات ابن سعد کے اسناد میں باوضاحت پیش کر چکے ہیں۔ ان کا تکرار بے سود ہے اب صرف علی بن منذر کوفی اور محمد بن فضیل کا حال درج ہو گا۔

علی بن المنذر، سنی رجال میں

۱۔ عَلِیّ بْنُ الْمُنْذِرِ الطَّرِیْقِیُّ الْکُوْفِیُّ یَتَشَیَّعُ مِنَ الْعَاشِرَۃِ [1]

۲۔ قَالَ النِّسَائِیُّ شِیْعِیٌّ مَحْضٌ مَاتَ سَنَۃَ ۲۵۶ھ [2]

۳۔ عَلِیُّ بْنُ الْمُنْذِرِ بْنِ زَیْدِ نِ الْاَوْدِیُّ اَبُوْ الْحَسَنِ الْکُوْفِیُّ الطَّرِیْقِیُّ قَالَ النِّسَائِیُّ شِیْعِیٌّ مَحْضٌ ...... قَالَ مُسْلِمَۃُ بْنُ قَاسِمٍ لَا بَاْسَ بِہٖ وَکَانَ یَتَشَیَّعُ۔ [3]

حاصل یہ ہے کہ علی بن المنذر طریقی کوفی صاحب خالص شیعہ مسلک رکھتے ہیں۔ ۲۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ دسویں طبقہ کے لوگوں میں اُن کا شمار ہے۔ نسائی اور مسلمہ بن قاسم نے بھی اُن کو شیعہ محض ہی لکھا ہے۔

---

[1] تقریب التہذیب ص۳۷۶ [2] میزان الاعتدال ج ۲ ص۲۳۹ مصری طبع [3] تہذیب جلد ۷ ص۳۸۶

محمدؒ بن فضیل، سُنی رجال میں

دوسرے صاحب محمد بن فضیل ہیں :۔

۱- مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ الضَّبِّيُّ الْكُوْفِيُّ ..... رُمِيَ بِالتَّشَيُّعِ [۱]

۲/۳- قَالَ اَحْمَدُ حَسَنُ الْحَدِيْثِ شِيْعِيٌّ وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ كَانَ شِيْعِيًّا مُحْتَرِقًا قَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُحْتَجُّ بِهِ ...... قَالَ بْنُ حَبَّانَ كَانَ يَغْلُوْ فِي التَّشَيُّعِ ...... قَالَ الدَّارَقُطْنِي كَانَ مُنْحَرِفًا عَنْ عُثْمَانَ [۲]

مطلب یہ ہے کہ محمد بن فضیل ضبی کوفی شیعیت کی طرف منسوب ہے۔ احمد کہتے ہیں، حسن الحدیث ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابو داؤد نے کہا ہے یہ جلنے والا شیعہ تھا یعنی خلفاء ثلاثہ کے اسماء سے جلتا تھا۔ بعض نے کہا ہے اس شخص کے ساتھ دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ تشیع میں غالی تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ خلافت عثمان و صداقت عثمان سے منحرف تھا۔

محمدؒ بن فضیل، شیعہ رجال میں

۱- مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ ابْنِ غَزْوَانَ الضَّبِّيُّ ..... مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثِقَةٌ ..... وَفِي الْوَجِيْزَةِ ثِقَةٌ " [۳]

یعنی محمد بن فضیل ضبی ابو عبد الرحمٰن اصحابِ صادق علیہ السلام سے ہے اور معتمد علیہ ہے اور کتاب وجیزہ میں ہے کہ یہ معتبر شخص ہے۔

۲- مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ الضَّبِّيُّ مَوْلَاهُمْ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامِ ثِقَةٌ (صه - جـ - د) - (مح) [۴]

۳- مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ الضَّبِّيُّ مَوْلَاهُمْ اَبُوْعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثِقَةٌ ....

---

[۱] تقریب ص۴۶۷ [۲] میزان ذہبی ص۱۲۳ ج ۳ - تہذیب ص۴۰۶ ج ۹ - کتاب الجرح والتعدیل ص۵۸ ق اول جلد ۴ - [۳] ملخص المقال فی تحقیق احوال الرجال ص۱۱۰ طبع ایران [۴] جامع الرواۃ ص۱۷۵ ج ۲

.....قُلْتُ وَعَنِ السَّمْعَانِی اَنَّهٗ کَانَ یَغْلُوْا فِی التَّشَیُّع [1]

مطلب یہ ہے کہ محمد بن فضیل ضبی ابو عبد الرحمٰن اصحابِ صادق علیہ السلام سے ہے۔ ثقہ آدمی ہے اور سمعانی کہتے ہیں کہ یہ تشیع میں غالی تھے۔ کتاب خلاصہ میں مندرج ہے۔ رجالِ شیخ میں درج ہے اور ابن داؤد نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور محمد مرزا استرآبادی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ترمذی شریف کی یہ ہر دو روایات بھی، دوستوں کی ہی مرہونِ منت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مقاصدِ مجوّزہ کے موافق، جزائے عمل عطا فرماتے: کُلُّ امْرِئٍ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ ۔ نیز یہ چیز امام ترمذیؒ نے واضح کر دی ہے کہ یہ روائیت متواتر یا مشہور نہیں ہے بلکہ غریب ہے جیسا کہ فاضل ابو موسیٰ مدینی نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ یہ روایتِ ثقلین غریب جداً ہے ابو موسیٰ مدینی کی تصریح عنقریب اپنے مقام پر درج کی جائے گی۔ اہلِ علم کے لئے وہ مقام قابلِ رجوع ہے اور حافظ ابن تیمیہ حرانی نے بھی منہاج السنّۃ جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ ابحاث الثقلین میں اپنی یہ تحقیق لکھی ہے کہ:

وَاَمَّا قَوْلُهٗ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَهٰذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَدْ سُئِلَ عَنْهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَضَعَّفَهٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالُوْا لَا یَصِحُّ [2]

یعنی عترت واہل بیت الخ کے الفاظ سے جو فاضل ترمذی نے اس کو روائیت کیا، اس کے متعلق امام احمد سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا اور بھی متعدد اہل العلم نے اس کو ضعیف بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ روائیت صحیح نہیں ہے۔

---

[1] منتہی المقال ابو علی ص۲۸۵

[2] منہاج السنّۃ جلد چہارم ص۱۰۵ لابن تیمیہ حرانی

اسناد از مسند بزار ابی بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار

متوفی سنہ ۲۹۲ھ

روایتِ اوّل

حدّثنا احمد بن منصور ثنا داؤد بن عمرٍو وثنا صالح بن موسیٰ بن عبد اللہ حدّثنی عبد العزیز بن رفیع عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خلفت فیکم اثنین لن تضلوا بعدھما ابداً کتاب اللہ ونسبی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض " قال الشیخ لا نعلمہ یروی عن ابی ھریرۃ الا بھذا الاسناد وصالح لین الحدیث [۱]

اہل علم کی آگاہی کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ مسندِ بزار کا نوادراتِ زمانہ سے ہونا تو اظہرمن الشمس ہے۔ ہم نے بڑی کوشش سے اس مسند کے قلمی نسخہ جات موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا و کتب خانہ حیدر آباد دکن میں سے روایتِ ثقلین کے دو اسناد حاصل کئے ہیں۔ ایک اسناد کامل سطرِ بالا میں درج کر دیا ہے۔ اس کے رواۃ کی تفتیش کے بعد دوسرا اسناد بھی حاضرِ خدمت ہوگا۔ اس اسناد میں ایک صاحب صالح بن موسیٰ بن عبد اللہ طلحی جلوہ افروز ہیں۔ ہماری دانست کے موافق یہ روایت انہی کے احسانات بے غایات میں داخل ہے اب اُن کا رجال میں مندرجہ حال ملاحظہ فرمائیں؛

صالح بن موسیٰ طلحی سُنّی رجال میں

صالح بن موسیٰ بن عبد اللہ بن اسحاق الطلحی..... ضعیف الحدیث، منکر الحدیث جداً کثیر المناکیر عن الثقات [۲]

---

[۱] مسند بزار قلمی در مسندات ابی ہریرۃ موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)، [۲] کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم رازی جلد دوم۔ قسم اوّل ص۴۱۵ طبع دکن

یعنی صالح طلحی باب حدیث میں ضعیف ہے۔ بیحد منکر الحدیث ہے۔ ثقہ لوگوں کے نام سے منکر روایات چلایا کرتا ہے۔

۲۔ صَالِحُ طَلْحِیْ کُوْفِیْ ..... قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ لَیْسَ بِشَیْئٍ وَقَالَ اَیْضًا صَالِحٌ وَ اسحٰق ابْنَا مُوْسٰی لَیْسَ بِشَیْئٍ وَلَا یُکْتَبُ حَدِیْثُھُمَا ..... قَالَ النِّسَائِیْ لَا یُکْتَبُ حَدِیْثُہٗ ضَعِیْفٌ وَقَالَ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ .... قَالَ اَبُوْنُعَیْمٍ مَتْرُوْکٌ یَرْوِیْ الْمَنَاکِیْرَ۔ [1]

یعنی ابن معین کہتے ہیں کہ صالح طلحی باب حدیث میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ بھی ابن معین کہتے ہیں، صالح اور اسحٰق موسیٰ کے دونوں فرزندِ ارجمند کوئی شئے نہیں ہیں۔ اِن دونوں کی حدیث نہ لکھی جائے اور نسائی نے بھی یہی کہا ہے کہ صالح ضعیف ہے۔ اس کی حدیث نہ نقل کی جائے اور دوسرے مقام پر کہا ہے کہ اُن کی روایت کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ ابونعیم کہتے ہیں یہ متروک الروایت آدمی ہے۔ منکر روایات (معتمد لوگوں کے خلاف) لایا کرتے تھے۔

صالح بن موسیٰ طلحی، شیعہ رجال میں

۱/۲۔ صَالِحُ بْنُ مُوْسٰی الطَّلْحِیُّ الْکُوْفِیُّ (ق) (م) [2]

۳۔ عَدَّہُ الشَّیْخُ اَیْضًا فِیْ رِجَالِہٖ مِنْ صَادِقٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ [3]

ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بزرگ طلحی کو شیخ طوسی نے امام جعفر صادق رح کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ محمد مرزا استرآبادی نے بھی اس کو اپنے رجال میں ذکر کیا ہے۔

ناظرینِ کرام مطلع رہیں، اِس روایت مندرجہ بالا کی جرح و قدح میں ہم متفرد نہیں ہیں بلکہ مجمع الزوائد الہیثمی جلد نہم صفحہ ۱۶۳ پر بھی اِس روایت کی جرح ان الفاظ کے ساتھ دستیاب ہو گئی ہے رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَفِیْہِ صَالِحُ بْنُ مُوْسَی الطَّلْحِیُّ وَھُوَ ضَعِیْفٌ یعنی اِس روایت کو محدث بزار اپنے مسند میں لائے ہیں اور کہا ہے

لہ تہذیب صفحہ ۴۰۵،۴۰۴ ج ۴ سے جامع الرواۃ ج ۱ صفحہ ۴۰۸ ۔ رجال تفرشی صفحہ ۔ سے رجال مامقانی صفحہ ۹۴ (ج ۲)

کہ سند میں صالح بن موسیٰ الطلحی ضعیف شخص ہے اور خود صاحب کتاب محدث بزار نے بھی ختم روایت پر یہ لفظ ثبت فرما دئے ہیں کہ راوی صالح لین الحدیث ہے یعنی روایت کے باب میں یہ کمزور فرد ہے۔

روایتِ دوم

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ ثَنَا سُعَادُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي مَقْبُوْضٌ وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ يَعْنِي كِتَابَ اللّٰهِ وَ أَهْلَ بَيْتِي وَ إِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا وَ إِنَّهُ لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى يُبْتَغٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُبْتَغَى الضَّالَّةُ فَلَا تُوْجَدُ۔

اَلْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ۔ [۱]

مسند بزار کی اس دوسری سند میں تین چار بزرگ شیعہ حضرات تشریف فرما ہیں۔ اُن کی تفصیلات اسماء رجال کی زبانی معلوم کر لینے کے بعد قارئین کو تسلی ہو جائے گی۔ علی بن ثابت۔ سعاد بن سلیمان الحارث الاعور، اِن ہر سہ افراد کے حالات علی الترتیب ذکر کئے جاتے ہیں۔

علی بن ثابت "سنی" رجال میں

۱۔ عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ الدَّهَّانُ . . . صَدُوْقٌ لٰكِنَّهُ شِيْعِيٌّ مَعْرُوْفٌ [۲]

یعنی علی بن ثابت کو علامہ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ صدوق تو ہے لیکن مشہور و معروف شیعہ ہے۔

---

[۱] مُسند بزار قلمی۔ مسنداتِ علیؓ۔

[۲] میزانُ الاعتدال ذہبی ص۲۱۹ ۔ ج ۲ ۔

علی بن ثابت شیعہ رجال میں

۱۔ عَلِیُّ بْنُ ثَابِتٍ (ین) (م) [1]

۲۔ عدّہٗ الشیخ فی رِجالہٖ من اصحابِ السَّجَّادِ علیہِ السّلام۔ [2]

اِن حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ شیخ طوسی نے اِس بزرگ علی بن ثابت کو، امامِ زین العابدینؓ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور محمد مرزا استر آبادی نے اس کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔ ہر سہ حوالہ جاتِ شیعی کا خلاصہ یہی ہے

سُعاد بن سلیمان

۱۔ سُعَادُ بْنُ سُلَیمَانَ الْجُعْفِیُّ ...... صَدُوْقٌ یُخْطِئُ وَکَانَ شِیْعِیًّا [3]

۲۔ سُعَادُ بْنُ سُلَیمَانَ .. .. .. قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ کَانَ مِنْ عُتُقِ الشِّیْعَۃِ وَ لَیْسَ بِقَوِیٍّ فِی الْحَدِیْثِ .. [4]

۳۔ سُعَادُ بْنُ سُلَیمَانَ الْجُعْفِیُّ الْکُوْفِیُّ قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ شِیْعِیٌّ لَیْسَ بِقَوِیٍّ [5]

اِن تصریحات و مندرجات کا مطلب یہ ہے کہ سعاد مذکور روایت میں خطا کار ہے اور شیعہ بزرگ ہے۔ ابُوحاتم کہتے تھے کہ یہ شخص شیعہ کے سرداروں میں سے ہے اور بابِ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

الحارثُ الاعور سُنّی رجال میں

الحَارِثُ الْاَعْوَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْھَمْدَانِیُّ الْخَارِفِیُّ الْکُوْفِیُّ .. عَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّہٗ کَانَ کَذَّابًا ...... قَالَ اَبُوْزُرْعَۃَ لَا یُحْتَجُّ بِہٖ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ لَیْسَ بِقَوِیٍّ وَلَا مِمَّنْ یُحْتَجُّ بِہٖ ...... قَالَ ابْنُ حِبَّانَ کَانَ الْحَارِثُ

---

[1] جامع الرّواۃ ص۵۶۰ ج اوّل [2] رجال مامقانی ص۲۷۱ ج ۲ [3] تقریب ص۱۸۱ [4] تہذیب ص۴۶۲ ج ۳
[5] میزانِ ذہبی ص۳۷۱ ج اوّل۔

غالیًا فِی التَّشَیُّعِ وَاهِیًا فِی الحَدِیثِ مَاتَ خَمسٍ وَسِتُّونَ .. [1]

الاعور قَالَ ابنُ المَدِینِی کَذَّابٌ .. .... قَالَ ابنُ مُعِینٍ ضَعِیفٌ

.. کَانَ ابنُ سِیرِینَ یَرَی اَنَّ عَامَّۃَ مَا یَروِیہِ عَن عَلِیٍّ بَاطِلٌ .. ..

قَالَ ابنُ حِبَّانَ کَانَ الحَارِثُ الاَعوَرُ غَالِیًا فِی التَّشَیُّعِ وَاهِیًا فِی الحَدِیثِ [2]

ہر دو حوالہ جات مندرجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حارث اعور کو شعبی نے کذّاب کہا ہے اور ابو زرعہ کہتے ہیں کہ یہ شخص قابلِ استدلال نہیں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے اور ایسے لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو قابلِ حجت نہیں ہیں۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ بزرگ "شیعیت" میں غالی تھا اور بابِ حدیث میں بے سند آدمی ہے۔ ابنِ مدینی اس کو کذاب کہتے ہیں۔ ابنِ معین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ محمد بن سیرین کا اعتقاد یہ تھا کہ حارث اعور حضرت علیؓ سے جو روایات لے آتا ہے اُن میں اکثریت اُن چیزوں کی ہے جو حضرت علیؓ نے ارشاد نہیں فرمائیں بلکہ حارث نے افتراء باندھا ہے۔ ابنِ حبان نے کہا ہے یہ تشیع میں غالی مذہب رکھتا تھا۔ حدیث کے باب میں واہی (بے اصل، بے بنیاد) آدمی تھا۔

الحارث شیعہ رجال میں

۱: الحارث الاعور بن عبد اللہ الھمدانی ھو من الاولیاء من اصحاب امیر المؤمنین علیہ السلام" [3]

۲: اقول انہ لا ینبغی الریب فی وثاقۃ الرجل وتقواہ [4]

حاصل یہ ہے کہ حارث اعور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے ہے۔ اس کے ثقہ ہونے اور متقی ہونے میں شبہ کرنا مناسب ہی نہیں ہے۔

مسندِ بزار کی بحث کے آخر میں ہم ناظرین کو اس امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ

---

[1] تہذیب ص ۱۴۵ - ۱۴۶ ج دوم [2] میزان الاعتدال ذہبی ص ۲۰۲ ج اوّل - [3] جامع الرواۃ ص ۱۷۱ - ج ۱ - [4] رجالِ مامقانی ص ۲۴۵ - ج اوّل ؁

اِس روایت کو خود صاحب کتاب محدّث بزار نے بھی کہہ دیا ہے کہ الحدیث ضعیف؟ یہ حدیث معیارِ صحت میں بالکل کمزور ہے۔ دوسرا علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد نہم صد ۱۶۳ میں بھی اِس روایت کو اِن الفاظ سے یاد کیا ہے کہ رواہُ البزار وفیہ الحارثُ وھُوضعیفٌ یعنی روایت کیا اس کو بزار نے، اس کی سند میں ایک شخص حارث ہے، وُہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ انصاف فرمائیے کہ اِن تفصیلات کے بعد اِس روایت کے عدمِ قبول میں کوئی اشتباہ باقی رہ جاتا ہے؟

اسانیدِ نسائی

واضح ہو کہ محدّث ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سے یہ روایتِ ثقلین دو طریقوں سے مروی ہے۔ ایک طریقہ وہ ہے جو اُن کی کتاب خصائصِ سیدنا علیؓ میں مذکور ہے۔ دوسرا طریقہ وُہ ہے جو اُن کی مشہور تصنیف السُّنَنُ الکبریٰ میں مرقوم ہے اور موجودہ 'سُننِ نسائی' میں جو اس کبرایٰ سنن کا خلاصہ ہے، نہیں ہے۔ اب پہلے ہم ان تصانیف میں سے ہر دو طریقِ روایت کو سندِ کامل کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اسنادِ اوّل

اخبرنا احمدُ بنُ المثنّیٰ، قال حدّثنا یحییٰ بن معاذ، قال اخبرنا ابو عوانۃ عن سُلیمان، قال حدّثنی حبیب ابن ثابت عن ابی ثابت عن ابی الطّفیل عن زید بنِ ارقمؓ قال لمّا رفع النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم عن حجۃ الوداع ونزل غدیرِ خم، امر بدوحاتٍ فقمن ثمّ قال کانّی دعیتُ فاجبت وانّی تارکٌ فیکم الثقلین احدھما اکبرُ من الاٰخر کتابُ اللہِ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما فانّھما لن یتفرّقا حتّی یردا علی الحوض ... ... ثمّ قال ان اللہ مولای وانا ولیُّ

كلّ مؤمنٍ ثمّ انّه اخذ بيد عليٍّ رضي الله عنه فقال من كنت وليّه فهذا وليّه اللّٰهمّ وال من والاه وعاد من عاداه فقلتُ لزيدٍ سمعتَه من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وانّه ما كان في الدّوحات احدٌ الّا رآه بعينيه وسمعه باذنيه [1]

اسنادِ ثانی

قد روى النّسائيُّ في سُننه عن محمد بن المثنّى عن يحيى بن حمّاد عن ابي معاوية عن الاعمش عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي الطفيل عن زيد بن ارقم قال لمّا رجع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن حجّة الوداع ونزل بغدير خم، امر بدوحات فقممن ثمّ قال كانّي قد دعيت فاجبت انّي قد تركتُ فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي اهل بيتي فانظروا كيف تخلفوني فيهما فانّهما ... لن يتفرّقا حتّى يردا عليّ الحوض ، ... ثمّ قال الله مولاي وانا وليّ كلّ مؤمنٍ ثمّ اخذ بيد عليٍّ فقال من كنتُ مولاه فهذا وليّه - اللّٰهمّ وال من والاه وعاد من عاداه فقلتُ لزيدٍ سمعته من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقال ما كان في الدّوحات احدٌ الّا رآه بعينيه وسمعه باذنيه ۔ تفرّد به النّسائي من هذا الوجه [2]

ہر دو روایات کا حاصل ترجمہ یہ ہے :

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی پر جب تالابِ خم کے پاس فروکش ہوئے تو درختہائے کلاں کی صفائی کا حکم صادر فرمایا ۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ مجھے دعوتِ اجل

---

[1] الخصائص للنسائی ص ۲۱ طبع مصر [2] البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص ۲۰۹ للحافظ ابن کثیر الدمشقی

پہنچے گی میں اسے قبول کروں گا، تحقیق میں تمہارے پاس دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک چیز دوسری چیز سے بڑی ہے وہ اللہ کی کتاب ہے اور میری اولاد میری اہلبیت ہیں ۔ اس بات کا خیال کرنا کہ میرے بعد اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے ! یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر پہنچیں ۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ میرے سردار اور مہربان ہیں اور میں ہر مومن کا دوست ہوں ۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ، جس شخص کا میں دوست ہوں ، یہ علی المرتضیٰؓ بھی اُس کے دوست ہیں ۔ اے اللہ ! جو اس کے ساتھ دوستی رکھے اس کو تو بھی دوست رکھ اور جو شخص اُس کے ساتھ دشمنی رکھے تو بھی اُس کے ساتھ عداوت رکھ !

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقمؓ کو کہا کہ تو نے یہ بات حضور علیہ السلام سے سُنی ہے ؟ تو اُس نے کہا کہ جو شخص بھی اِن درختوں میں حاضر تھا ، اُس نے یہ چیز اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھی اور اپنے دونوں کانوں سے سُنی " روایات مندرجہ بالا کا حاصل ترجمہ ذکر کرنے کے بعد ان کی متعلقہ گزارشات پیشِ خدمت ہیں :-

(۱)

پہلی روایت علامہ نسائی کے "رسالہ خصائص سیدنا علیؓ" میں مذکور ہے اِس سے پہلے دو نام احمد بن مثنیٰؒ اور اُس کا شیخ یحییٰ بن معاذ ، مطبع والوں کی طرف سے غلط چھپ گئے ہیں اور رجال کی کتابیں (جو متداول ہیں) اُن میں ان کا کہیں سُراغ نہیں ملتا ۔ بڑی تلاش کی گئی ہے ۔ پھر شیعہ رجال بھی دیکھے گئے ہیں ۔ وہاں بھی یہ دونوں نام لاپتہ ہیں ۔ اس کے بعد خصائص کے دیگر نسخوں کی طرف رجوع کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کاتب وطابع کی مہربانی سے یہ ہر دو نام غلط طبع ہوئے ہیں ۔ احمد بن المثنیٰؒ کی جگہ محمد بن المثنیٰ صحیح نام ہے اور یحییٰ بن معاذ کی بجائے یحییٰ بن حماد درست نام ہے ۔ علامہ نسائی نے خصائص ہذا میں صحتِ روایات کا بالکل التزام نہیں کیا ۔ بہت سی ضعیف روایات بھی اس میں آگئی ہیں اور متہم بالوضع اور متہم بالتشیع اور کئی قسم کے مجروح رواۃ سے اس کی روایات مدوّن

ہیں اور دوسری روائیت حافظ ابنِ کثیر عماد الدین نے البدایہ والنہایہ ۔ جلد پنجم صـ۲۰۹
میں نسائی کی "السنن الکبریٰ" سے نقل کی ہے اور فرمایا کہ تفرد بہ النسائی من ھذا
الوجہ مطلب یہ ہے کہ روائیتِ ہذا کو اس طریقہ سے ذکر کرنے میں فاضل نسائی متفرد
ہیں ۔ اس طریقہ میں اور محدثین اس کے شریک نہیں ہیں ۔ امام ترمذی نے روائیتِ
ثقلین کو غریب کے لقب سے یاد کیا ہے جیسا کہ عنقریب گذرا ہے اور ابوموسٰی
مدینی نے اس کو غریب جدًا سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ عنقریب اپنے مقام پر آرہا
ہے اور حافظ ابنِ تیمیہ نے بھی عترتی اھل بیتی والی روائیت کو ضعیف اور غیر صحیح
کہا ہے جیسا کہ ترمذی کی روائیت کے آخر میں واضح طور پر لکھا گیا ہے

۲

نیز واضح ہو کہ "السنن الکبریٰ" کی روائیت کو صاحبِ "فلک النجاۃ" اور صاحبِ
"عبقات" وغیر ہما اُن کے مجتہدین نے نہیں ذکر کیا ۔ ہم نے اپنی تلاش کے موافق ،
اس کی جستجو کر کے ، اس کو پیش کر دیا ہے ۔ قصد یہ ہے کہ اس نوع کی روایات جس
قدر مل سکتی ہیں ، وہ سب یکجا کر دی جائیں تاکہ صحیح وسقیم وضعیف وقوی کا درست
اندازہ ہو سکے اور اس کا صحیح محل قائم اور متعین ہو سکے ۔

۳

یہ ہر دو روایات مندرجہ بالا دراصل ایک ہی روائیت ہے ، ۔ اسناد میں صرف
ایک راوی کا فرق ہے اس طرح کہ خصائص میں یحییٰ بن حماد کا شیخ ابوعوانۃ ہے
اور سنن میں یحییٰ بن حماد کا شیخ ابومعاویہ ہے ۔ باقی تمام اسناد ایک جیسا ہے اور
متن بھی ۔ ہر دو اسانید میں سے پہلی سند کے متعلق ہم کوئی کلام نہیں کرتے ۔ البتہ ابومعاذ
کے متعلق ذرا سخت الفاظ پائے جاتے ہیں ، اُن کو سامنے لا دینا ٹھیک ہے ۔ ذہبی
نے میزان الاعتدال صـ۳۸۲ جلد سوم میں ابومعاویہ کے حق میں لکھا ہے کہ :

وَقدِ اشتھرَ عنہُ الغلوّ علی التشیع یعنی غالی شیعہ تھے۔ اُن کا غلو فی التشیع مشہور تھا

(۴)

واضح رہے کہ نسائی کی یہ روایات صحیح مسلم اور اُس کے ساتھ جمع کردہ روایات (یعنی مسند احمد کی روایتِ ہشتم اور دارمی کی روایت) سے کم درجہ رکھتی ہیں۔ مسلم اور اس کے ساتھ والی دونوں روایات میں صحت کے شرائط کما حقہ پائے جاتے ہیں اور یہاں وہ موجود نہیں ہیں۔ البتہ ان کو ہم ہر سہ روایاتِ مذکورہ کے بعد کا درجہ دے سکتے ہیں۔ اب ہم ہر دو مرویاتِ نسائی کے متنِ روایت کے متعلق گزارش کرتے ہیں:

روایتِ نسائی کے دو حصّے ہیں:۔ روایت کا پہلا حصہ عترت واہلبیت کے وُجوبِ اطاعت اور وُجوبِ تمسک کے لئے پیش کرتے ہیں۔ یہ حصہ حتی یردا علی الحوض تک ختم ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرا اللہ مولای وانا ولی کل مؤمن الخ کو، علی المرتضیٰ رض کی خلافت بلا فصل کی خاطر تجویز کیا کرتے ہیں۔ یہ آخر روایت تک چلا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ اِن ہر دو دعاوی پر روایاتِ مندرجہ بالا کو دلیلِ صریح کے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔ اَب متن میں غور کر لیا جائے کہ اس سے مذکورہ دعاوی کا اثبات واستنباط کہاں تک درست ہے؟

اوّلاً: روایاتِ مندرجہ کے پہلے حصّہ میں بہ نظرِ انصاف تدبّر کیا جائے، اس میں کہیں ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے:۔ مسئلہ وجوبِ اطاعت ثابت ہوتا ہو، مثلاً یہاں عترت واہلِ بیت کے اقوال واعمال کو عمل درآمد کے لئے اخذ کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

۲۔ یا اُن کے ساتھ تمسک کا فرمان جاری کیا گیا ہو۔

۳۔ یا متنِ روایت کے کسی لفظ سے اُن کی اطاعت کا لزوم معلوم ہوتا ہو۔

۴۔ یا یُوں ارشاد فرمایا گیا ہو کہ اگر اِن کا فرمان مانو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے وغیرہ

بہرکیف اِس نوعیت کا کوئی حکم یہاں موجود نہیں ہے۔ پس یہ دلیل دوستوں کے اثباتِ مدعیٰ کے لئے ہرگز مفید نہیں یعنی تقریب تام نہ دارد۔ اِس حصہ میں صرف کتاب اللہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اہلِ بیت کے ساتھ حسن معاملہ کے متعلق توجہ دلائی گئی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ قرآنِ مجید سے اہلِ بیت ہمیشہ ہمیشہ نہ جُدا ہوں گے اور اُن کا یہ مستقل نشان بیان کیا کہ قرآنِ مجید کا ساتھ یہ لوگ دائماً نہ چھوڑیں گے، اُن کی کچھ نہ کچھ تعداد ضرور قرآن سے وابستہ رہے گی۔

ثانیاً، روایتِ ہٰذا کے حصہ ثانی کی طرف رجوع فرمایئے جس کو حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کی خلافتِ بلافصل کے لئے واضح ثبوت قرار دیا جاتا ہے۔ اُن کے نزدیک یہ دلیل اِس دعویٰ کے اثبات کے لئے روزِ روشن سے بھی زیادہ درخشندہ ہے۔

تمام بحث کا دارومدار یہاں لفظ ولی اور مولیٰ پر ہے۔ اُن کے نزدیک یہ الفاظ یہاں خلیفہ بلافصل کے معنی میں مستعمل ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ یا ولی ہوں، اُس کے علیؓ بھی مولیٰ اور ولی ہیں۔ فلہٰذا اِس روایت سے ثابت ہوا کہ علی المرتضیٰؓ تمام مسلمانوں کے لئے خلیفہ بلافصل ہیں۔

الجواب

یہاں چند چیزیں قابلِ توجہ ہیں:

(۱) اہل السنۃ میں سے بہت سے اکابر علماء جیسے امامِ بخاریؒ۔ ابنِ ابی حاتم رازیؒ ابراہیم الحربیؒ۔ ابنِ ابی داؤدؒ۔ ابنِ حزمؒ وغیرہم) کو غدیرِ خم کے واقعہ کی تفصیلات، (مثلاً علی المرتضیٰ کا ہاتھ پکڑنا اور فرمانا کہ جس کا میں مولا ہوں، علیؓ بھی اُس کے مولا ہیں وغیرہم) کی صحت میں کلام ہے۔ اِس بنا پر کہ جن صحیح اسانید کے ساتھ یہ واقعہ منقول ہے مثلاً صحیح مسلم وغیرہ میں، وہاں یہ تفاصیل مذکور نہیں ہیں، مفقود ہیں اور جہاں اِس نوعیت کی تفصیلات دستیاب ہوتی ہیں، وہاں کے بیشتر طرق متکلم فیہ اور قابلِ نقد

ہیں صحتِ روائیت کے معیار پرنہیں اتر سکتے۔ فلہٰذا یہ روائیتِ ولایت عند العلماء قابلِ بحث بن گئی ہے۔ بہت سے علماء اس کی عدمِ صحت کی طرف ہیں جس طرح اُوپر اُن میں سے بعض کا ذکر کیا ہے اور بعض حضرات اس کے صحیح ہونے کے قائل ہیں اور جو اکابر روائیتِ ہٰذا کو درست تسلیم کرتے ہیں، اُن کے نزدیک بھی روائیت کا معنیٰ اور مفہوم وہی معتبر ہے جو عنقریب ہم پیش کر رہے ہیں یعنی اس موقعہ پر دوستی و محبت بیان کرنا مقصود تھا، خلافت بلافصل ہرگز مراد نہیں تھی اور خلافت کے متعلق کوئی تذکرہ وہاں جاری نہیں تھا۔

(۲) دُوسری عرض یہ ہے کہ اگر نسائی کی روایاتِ بالا کے متن پر غور کیا جائے تو یہ معلوم کرنا مقصد ہے کہ یہاں لفظ مَوْلیٰ اور ولیّ کا کون سا معنی درست ہے؟ اہلِ علم جانتے ہیں کہ مَولیٰ کے متعدد معانی لغتِ عربی میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابنِ اثیر جزری نے اپنی کتاب "النھایۃ" جو لغتِ حدیث میں مشہور ہے میں لفظ مولیٰ کے سولہ عدد معانی درج کئے ہیں اور "المنجد" میں بیس اکیس معانی لکھے ہیں مگر ان تمام معانی میں لفظ مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ بلافصل کہیں بھی دستیاب نہیں۔

اَب رہا یہ سوال کہ مولیٰ کے اتنے کثیر معانی میں جب بلافصل خلیفہ کا مفہوم نہیں پایا گیا تو ان معانی میں سے کون سا معنی یہاں روائیت ہٰذا میں درست ہوگا تو اس اشکال کا حل خود اس روائیت نے کر دیا ہے اس طرح کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے متصلاً بعد اس روائیت میں یہ الفاظ موجود ہیں اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ یعنی اے اللہ! جو علیؓ کے ساتھ دوستی رکھے تو اُس کے ساتھ دوستی رکھ! اور جو علیؓ کے ساتھ دشمنی رکھے تو بھی اُس کے ساتھ عداوت رکھ! ان کلمات میں موالاۃ ایک دوسرے سے دوستی رکھنا اور معاداۃ ایک دوسرے سے دشمنی رکھنا ہر دو کو ایک دُوسرے کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے، اُن کا یہ تقابل ذکر کیا جانا یہ خود اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ اس مقام میں مولیٰ اور ولی دوستی و محبت کے معنی میں ہی مستعمل ہے کوئی دُوسرا معنیٰ خلیفہ بلافصل یہاں مراد نہیں ہے ورنہ یہ جُملہ اللّٰھم وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ

عاداً ماقبل کے ساتھ بے جوڑ ہو کر رہ جائے گا۔ ایک مادہ ولی کے ایک ہی روایت میں دو معنی متغایر قائم ہونے کی وجہ سے معنوی تشتت رونما ہو گا جو بلاغتِ کلام کے منافی ہے۔

۳

جب روایتِ ہذا کے الفاظ کے اعتبار سے مولیٰ کا معنی دوست و محب متعین ہو گیا تو اب غور فرمائیے کہ یہ دلیل اثباتِ خلافتِ بلافصل کے لئے کہاں تک مثبت ہو سکتی ہے اور جو دلیل اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے وہ تقریب تام نہیں ہے دعویٰ تو یہ ہے کہ علی المرتضیٰ ؓ نبوت کے بلافصل خلیفہ ہیں اور اس دعویٰ کے اثبات کے لیے جو حجت اور دلیل پیش کی گئی ہے اس میں وارد ہے کہ جس شخص کا نبی ؐ دوستدار ہے علی بھی اسی کا دوستدار ہے ۔ اے اللہ ! جو شخص علی ؓ کے ساتھ محبت رکھے تو اس کے ساتھ محبت رکھ۔ جو علی ؓ کے ساتھ دشمنی رکھے تو اس کے ساتھ دشمنی رکھ!

آپ ہی انصاف فرمائیں کیا ایسی دلیل سے دعویٰ مذکور ثابت ہو سکتا ہے جس میں خلافتِ بلافصل کے لئے ایک کلمہ بھی وارد نہیں ہے۔ نسائی کی روایات کا خلاصہ یہ ہوا کہ روایاتِ ہذا اگر صحیح ہیں تو مدعیانِ حبِ اہلبیت کے لئے مفید نہیں اور مسلکِ اہل السنۃ کے لئے مضر نہیں کیونکہ روایتِ ہذا کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں یہاں صرف فضیلتِ مرتضوی ثابت ہوتی ہے، اس کے ہم قائل و معترف ہیں۔ خلافت بلافصل نہیں ثابت ہوتی جس سے ان کا مدعا پورا ہو سکتا۔

تنبیہہ تحقیق کے شائق اہلِ علم کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ میر حامد حسین صاحب مجتہد شیعی لکھنوی نے جس طرح روایتِ ثقلین پر دو ضخیم جلدیں عبقات الانوار کی مرتب کی ہیں اور اپنے زعم میں اس کو متواتر ثابت کرنے کے لئے تمام تر قوت بے فائدہ صرف کر دی ہے، ٹھیک اسی طرح میر صاحب نے روایتِ "ولایت" مَن کُنتُ مَولاہُ الخ کو بھی لفظاً و معنیً متواتر ثابت کرنے کی خاطر اپنی کتاب عبقات الانوار کی کلاں جلدیں مدون کر دی ہیں اور اپنی جانب سے انہوں نے اس

مقصد پرا پڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ لیکن علماء حق کو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے جواب کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا تھانوی مرحوم نے اپنی تصنیف بیان القرآن پارہ ششم آیت یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کے حواشی مسمّٰی بہ تصحیح الاغلاط متعلقہ جلد سوم مطبوعہ مجتبائی دہلی میں اس روایت "ولایت" (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) کی عربی عبارت میں طویل بحث کی ہے جس میں اس روایت کے تمام طرق و اسانید جمع کر کے محققانہ تنقید فرمائی ہے وہاں صاحب عبقات کی تمام مساعی کو خوب ردّ کیا ہے۔ ہم تحقیق کے طلبگار لوگوں سے گزارش کریں گے اگر اس روایت کی کما حقہ تحقیق دیکھنی مطلوب ہو تو اس مقام سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔ وہاں بڑے بڑے عجیب علمی انکشاف حاصل ہوں گے۔ اور شیعی استدلال کی پوری حقیقت بھی واضح ہو جائے گی۔

اسناد مسند ابی یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ التمیمی الموصلی

متوفی ۳۰۷ھ

"حدثنا بشر بن ولید ثنا محمد بن طلحۃ عن الاعمش عن عطیّہ بن سعد عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشك ان ادعٰی فاجیب وانی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود بین السماء والارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض فانظروا بما تخلفونی فیھما۔" (مسند ابی یعلیٰ الموصلی ص ۶۲ قلمی کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن)

واضح ہو کہ ابو یعلیٰ موصلی کا یہ مسند نوادرات زمانہ میں سے ہے۔ بڑی جستجو کے بعد حیدرآباد دکن کے کتب خانہ سعیدیہ میں ملا ہے۔ وہاں کے ثقہ اور معتمد علیہ مشہور اہل علم مولانا ابوالوفاء افغانی مدیر لجنۃ احیاء معارف النعمانیہ دکن کے ذریعے یہ روایت منگائی گئی ہے جو بلفظہٖ و بعینہٖ یہاں مندرج ہے۔ اس کے اسناد کی طرف توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس سند میں بعض بزرگ ایسے تشریف رکھتے ہیں جن کی وجہ سے سند ساقط الاعتبار ہو چکی ہے۔ یہ

صاحب عطیہ بن سعد عوفی کوفی ہیں۔ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ کثیر الخطا ہے مشہور مدلس ہے۔ (جس سے روایت لیتا ہے اس کا اصلی نام واضح نہیں کرتا)۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا "شیعانِ کوفہ" میں شمار ہے اور "دوستوں" کا عمدہ نمائندہ ہے۔ محمد بن سائب الکلبی (جو مشہور کذاب ہے) سے اس شخص نے جعلی روایات کا بہت بڑا ذخیرہ (ابوسعید کنیت تجویز کر کے) اُمّت میں پھیلا دیا ہے۔ تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال ذہبی وغیرہ میں ان استاد و شاگردونوں کے حالات ملاحظہ فرما کر تسلی کر لی جائے۔ اندریں حالات ان کی مرویات کو قبول کر لینا قواعد اہل السنۃ کے بالکل برعکس ہے۔

نیز اگر ہم اس روایت کو علی سبیل الفرض صحیح تسلیم کر لیں تو بھی دوستوں کا مدعیٰ ومطلوب اس سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ روایت ہذا میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے اہلِ بیت وعترت کی وجوب اطاعت ثابت ہوتی ہو۔

۱۔ نہ اس متن مندرجہ بالا میں تمسک کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ نہ اس میں یہ حکم ہو رہا ہے کہ عترت کا قول وفعل قبول نہ کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

۳۔ نہ ہی یہاں خلافت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔

البتہ یہاں کتاب اللہ کی اہمیت ایک تمثیل کے ساتھ مذکور ہے اور حقوق اہلِ بیت کی رعایت رکھنے کی ترغیب مندرج ہے اور بس!

اسی طرح مسند ابی یعلیٰ جلد اوّل تحت مسندات ابی سعید الخدری میں ثقلین کی ایک اور روایت بعینہٖ اسی نوع کی منقول ہے وہ بھی عطیہ عوفی (عن سعید الخدری) کی وجہ سے مجروح و مقدوح ہے۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے یہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

اسناد محمد بن جریر طبری۔ المتوفیٰ ۳۱۰ھ

(بحوالہ کنز العمال - جلد اوّل)

....عن محمد بن عمر بن علی عن ابیہ عن ابی طالبؓ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر الشجرۃ بخم فخرج

اخذاً بید علی فقال یا ایّھا الناس الستم تشھدون ان اللہ ربکم قالوا بلیٰ قال الستم تشھدون انّ اللہ و رسولہٗ اولیٰ بکم من انفسکم و ان اللہ و رسولہ مولاکم قالوا بلیٰ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ انی قد ترکت فیکم ما ان اخذ تم لن تضلوا بعدی کتاب اللہ بایدیکم و اھل بیتی ۔"

(کنز العمال جلد اول صہ ۹۶ طبع اول تختی کلاں)

______ ترجمہ روایت ھذا ______

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خم کے پاس درختوں میں تشریف لائے۔ (قیام فرمایا) پھر علی کا ہاتھ پکڑے (اپنی قیام گاہ سے) باہر تشریف لاکر فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تمہارا رب ہے۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا! کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے نفسوں سے بھی تمہارے ساتھ زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول تمہارے مولا ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہاں صحیح ہے۔ پھر فرمایا جس کا مولا میں ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ تحقیق میں تم میں ایسی چیز کو چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس کو پکڑو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے تمہارے ہاتھوں میں اور میرے اہل بیت ہیں۔"

واضح ہو کہ اس روایت مندرجہ بالا کی کامل سند تلاش کے باوجود کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکی جس کا ہمیں ازحد افسوس ہے۔ ممکن ہے طبری کی کتاب "تہذیب الآثار" میں یہ مکمل سند مل سکے۔ ہم کو اس کا نسخہ کہیں سے دستیاب نہیں ہے۔ پھر ہم نے یہ تلاش کی ہے کہ یہ روایت حضرت علی ؓ کے پوتے محمد بن عمر بن علی کے واسطہ سے جن جن محدثین (صاحب تخریج) نے روایت کی ہے ان کے ہاں سلسلہ روایت ہذا کس طرح پایا گیا ہے؟ اس جستجو کے ذریعے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ محمد بن عمر بن علی سے روایت کرنے والا راوی اس جگہ کثیر بن زید ہے جو بلا واسطہ محمد بن عمر مذکور سے راوی ہے۔ اب کثیر بن زید تک سلسلہ روات واحد ہے۔ اس سے نیچے اسناد ہذا میں اختلاف شروع ہوتا ہے۔ یہ چیز ہم کو محمد بن جریر

طبری کے ہم زماں اور قریب زمانہ والے لوگوں کے اسانید میں دستیاب ہوگئی ہے۔ایک تو محدث اسحٰق بن راہویہ کے مسند میں روایت ہذا اسی اسناد کے ساتھ میسر ہوگئی ہے۔
دوسرا ابو جعفر امام طحاوی کی مشکل الآثار جلد دوم صہ ۳۰۷ میں بھی یہی روایت ہے اسی اسناد کے ساتھ مذکور ہے اور الفاظ روایت بعینہٖ ابن جریر طبری والے ہیں۔فلہذا ان قرائن سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ محمد بن عمر بن علی کے تحت کثیر بن زید راوی ہے اور کثیر ہذا کے حق میں مندرجہ ذیل الفاظ جرح علماء رجال نے درج کیے ہیں۔
ضعیف ـ فیہ لین ـ لیس بشیءٍ ـ لیس بقوی لایحتج بنقلہ ـ یعنی یہ شخص کثیر بن زید محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، قوی نہیں، اس میں ضعف ہے یہ کچھ بھی نہیں ہے جو چیز یہ نقل کرے، وہ قابلِ حجت و دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح جامع صغیر سیوطی کی شرح فیض القدیر میں عبدالرؤف مناوی نے اس کثیر کو مجروح قرار دے دیا ہے (ملاحظہ ہو فیض القدیر صہ ۳۸۷ ج ۶ تحت حدیث لا تنکوا علے الدین الخ) قبل ازیں ہم نے مسند اسحٰق بن راہویہ کی سند کے تحت الفاظ جرح پورے حوالہ جات کے ساتھ لکھ دیئے ہیں، رجوع کر لیا جائے۔
اب بقاعدہ الجرح مقدم علی التعدیل اس کثیر کی اگرچہ بعض حضرات توثیق بھی نقل کریں تو لائق التفات نہ ہوگی۔اور یہ روایت درجۂ صحت کو نہ پہنچ سکے گی۔مقام استدلال میں صحیح روایت صحیح سند کے ساتھ مطلوب ہے۔

روایت ثقلین مسند ابی عوانہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم الاسفرائینی المتوفیٰ ۳۱۶ھ

طبقات الانوار میں درج ہے کہ محمود الشیخانی قادری در صراط السوی" گفتہ
واخرج ابو عوانۃ عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم فقمن ثم قال کانی قد دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما

فانهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض ثم قال ان الله مولای وانا ولی کل مؤمن ثم اخذ بید علیؓ فقال من كنت مولاه فعلی مولاہ الخ
(عبقات ج ۱ ص ۱۶۱)، اس کے متعلق چند معروضات پیش کی جاتی ہیں :

(۱)

مسند ابی عوانہ کا مکمل اسناد کامل کتاب نہ دستیاب ہونے کی وجہ سے میسر نہیں ہو سکا۔ کتاب مسند ابی عوانہ کے صرف دو جلد ابتدائی دائرۃ المعارف دکن میں طبع ہوئے ہیں، وہ ہمارے سامنے ہیں ان میں یہ روایت نہیں مل سکی۔ مزید کتاب کے غیر مطبوعہ اجزاء طبع کے بعد ہی میسر آسکتے ہیں۔

(۲)

متن کے اعتبار سے یہ من وعن وہی روایت ہے جو علامہ نسائی سے السنن الکبریٰ للنسائی" میں مروی ہے اور البدایہ لابن کثیرؒ کے حوالہ سے ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں یعنی میسر شدہ اسناد کے ساتھ اس کو نقل کیا گیا ہے۔ متن کے اعتبار سے اس کی تمام متعلقہ بحث وہاں نسائی کی روایات کے تحت مندرج ہے، ملاحظہ فرمالی جائے۔ اعادہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

اسناد مشکل الآثار امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ المصری الطحاوی

(متوفی ۳۲۱ھ)

حدثنا ابراھیم بن مرزوق ثنا ابو عاصر العقدی ثنا یزید بن کثیر عن محمد بن عمر بن علی عن ابیہ عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر الشجر بخم فخرج اخذا بید علیٍ فقال یا ایھا الناس الستم تشھدون ان اللہ ربکم قالوا بلیٰ قال الستم تشھدون ان اللہ ورسولہٗ اولیٰ بکم من انفسکم وان اللہ ورسولہٗ مولٰکم قالوا بلیٰ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم لن تضلوا بعدی کتاب اللہ بایدیکم واھل بیتی ۔"

(مشکل الآثار لابی جعفر الطحاوی ص۳۰۷ جلد ۲ طبع دائرۃ المعارف دکن)

روایت ہذا کا ترجمہ ابن جریر طبری کی روایت کے تحت گزر چکا ہے ، اس لیے دوبارہ درج کی حاجت نہیں ہے ۔ البتہ اس اسناد کے متعلق ذیل میں مندرجہ گزارشات لائق توجہ ہیں ۔

(۱)

یہ حوالہ ہمارے دوستوں میں سے صاحب فلک النجاۃ و صاحب عبقات وغیرہما کسی صاحب نے ذکر نہیں کیا ۔ ہم نے اپنی تلاش سے اس کو حاصل کر کے پیش خدمت کر دیا ہے اگر قبولیت کے لائق ہو تو اس کو قبول کیا جائے ورنہ نہیں ۔

(۲)

مندرجہ بالا سند کی اسماء الرجال سے تحقیق کی گئی ہے ۔ اس سند میں ایک شخص یزید بن کثیر تشریف فرما ہے ۔ یہ حضرت بالکل مجہول الذات و مجہول الحال ہے ۔ رجال و طبقات کی مندرجہ ذیل کتب میں تا حال اس کا کہیں سراغ نہیں مل سکا ۔ بڑی کوشش کے باوجود ہم اس نام کی تلاش میں ناکام رہے ہیں ۔ تقریب التہذیب[1] ۔ تہذیب التہذیب[2] ۔ لسان المیزان[3] ۔ تاریخ صغیر امام بخاری[4] تاریخ کبیر امام بخاری[5] ۔ کتاب الجرح والتعدیل[6] لابن ابی حاتم رازی ۔ طبقات[7] ابن سعد حلیۃ[8] الاولیاء

اصفہانی۔ اخبار اصفہان[9] لابی نعیم۔ تاریخ جرجان[10] سہمی۔ تاریخ بغداد[11] خطیب بغدادی۔ تذکرۃ الحفاظ[12] ذہبی۔ میزان الاعتدال[13] ذہبی۔ تذہیب[14] الکمال خزرجی۔ تعجیل المنفعۃ[15] لابن حجر۔ تاریخ ابن[16] خلکان وغیرہ کی کافی ورق گردانی کی گئی ہے۔ مگر یہ بزرگ تاحال مخفی ہی ہیں۔

(۳)

اہلِ علم کی آگاہی کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ یزید بن کثیر شیعہ رجال میں بھی مفقود ہے۔ مندرجہ ذیل کتب اس نام کی تلاش کی خاطر اپنے اپنے مقام میں دیکھ لی گئی ہیں یہ حضرت روپوش ہی ہیں کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ رجال[1] کشی۔ رجال[2] نجاشی۔ رجال[3] تفرشی۔ رجال[4] مامقانی رجال[5] ابن علی (منتہی المقال)، رجال[6] حلی۔ جامع الرواۃ[7] اردبیلی۔ ملخص[8] المقال فی تحقیق احوال الرجال روضات[9] الجنات خوانساری قصص العلماء[10] تحفۃ الاحباب[11] شیخ عباس قمی۔ تتمۃ المنتہیٰ[12] شیخ عباس قمی۔ احسن الودیعۃ[13] فی تراجم الشیعہ۔ مجالس[14] المومنین شوستری۔ ان چہاردہ کتب تراجم و رجال میں کہیں اس کا دیدار نصیب نہیں ہو سکا۔

ان گزارشات کے بعد منصف مزاج حضرات خود ہی فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کیا ایسی روایت قابلِ قبول ہو سکتی ہے جس کے رواۃ متداول کتابوں میں لاپتہ و مفقود الخبر ہوں۔

(۴)

اس سند کے متعلق آخر میں ایک رائے پیش کی جاتی ہے اگر پسندِ خاطر ہو تو قبول کر لی جائے ورنہ چھوڑ دی جائے۔ وہ یہ ہے اسنادِ بالا میں یزید بن کثیر کے نام میں رواۃ کی طرف سے یا ناقلین کی جانب سے قلب واقع ہو گیا ہے۔ اصل نام کثیر بن زید درست ہے یہاں وقوع قلب کو دوسرے قرائن کے ذریعہ معلوم کیا گیا ہے۔ ایک تو مسندِ اسحٰق بن راہویہ کی سند میں (اسی روایت الثقلین میں) محمد بن عمر بن علی کا شاگرد کثیر بن زید ہے۔

اسناد بھی واحد ہے۔ روایت بھی یہی ہے۔ دوسرا جہاں کتب رجال میں محمد بن عمر بن علی کے شاگردوں کی فہرست شمار ہوتی ہے وہاں اس کے شاگردوں میں کثیر بن زید بھی ملتا ہے یزید بن کثیر مذکور نہیں ہے۔ اور اس کثیر بن زید کے متعلق اسناد اسحٰق بن راہویہ کی روایت کے تحت مفصل کلام گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔ یہ شخص مجروح ہے۔ روایت میں

خطا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کی روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکتی۔

اسناد بغوی (متوفی ۳۱۷ھ)

عبقات الانوار جلد اول صنہ ۱۷۰ میں ابوالقاسم بغوی کی مندرجہ ذیل روایت مذکور ہے۔ اور کتاب فرائد السمطین حموی میں سے یہ روایت صاحب عبقات نے نقل کی ہے۔

" انبأنا ابو القاسم عبد الله بن محمد بن عبد العزیز بغوی انبأنا بشر بن الولید الکندی انبأنا محمد بن طلحة عن الاعمش عن عطیة عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه وسلم قال انی اوشك ان ادعی فاجیب وانی تارك فیکم الثقلین کتاب الله عز وجل حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا بما تخلفونی فیهما۔" (عبقات الانوار صہ ۱۷۰ ج اول بحوالہ فرائد السمطین حموی)

اس روایت کا اصل ماخذ تو کتاب فرائد السمطین حموی ہے جو ہم کو تاحال میسر نہیں ہو سکی۔ اللہ اعلم کس پایہ کی کتاب ہے۔ موثق و معتبر روایات اس میں جمع کی گئی ہیں یا رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔ تاہم اس اسناد میسر شدہ (مندرجہ بالا) میں غور و فکر سے ثابت ہوا ہے کہ اس کی سند میں عطیہ بن سعد عوفی کو نی تشریف فرما ہے۔ یہ بزرگ کثیر الخطاء ہے ضعیف الحدیث ہے اور مشہور شیعہ ہے، عجیب قسم کا مدلس ہے۔ اپنے شیخ محمد بن السائب کلبی سے روایات نقل کر کے ابوسعید کے نام سے لوگوں میں پھیلاتا تھا۔ اس کی پوری اور ضروری تشریح ہم طبقات ابن سعد کی سند کے تحت درج کر چکے ہیں تفصیل وہاں ملاحظہ کر لی جائے اور شیعوں کے ہاں یہ شخص اصحاب محمد باقر میں شمار کیا جاتا ہے۔ جامع الرواۃ اور رجال مامقانی نے اس چیز کی خوب وضاحت کر دی ہے۔ فلہذا یہ روایت قابل تسلیم نہ متصور ہوگی۔

تنبیہ صاحب عبقات نے آگے چل کر ۳۹۳ھ میں ابوطاہر محمد بن عبد الرحمٰن المخلص الذہبی کی ایک روایت مستقل درج کی ہے۔ ناظرین کرام کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ

وہ کوئی الگ اسناد کے ساتھ علیحدہ روایت نہیں ہے۔ وہ روایت بھی کتاب فرائد السمطین حموی میں ابوالقاسم بغوی مذکور کی سند مندرجہ بالا کے ساتھ مروی ہے جس میں عطیہ عوفی وغیرہ بزرگ موجود ہیں۔ فلہذا ابوالطاہر محمد بن عبدالرحمٰن المخلص الذہبی کی روایت کی خاطر الگ بحث کی حاجت نہیں مخلص ذہبی کی روایت عبقات الانوار صہ ۱۹۸ جلد اول پر آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ میر صاحب نے المخلص ذہبی کا الگ اسناد قائم کر کے کثرت اسانید دکھانے کی بے جا کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کتاب ضخیم بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بیشتر مقامات میں انہوں نے یہی روش اختیار کر رکھی ہے۔

Www.Ahlehaq.Com

روایت ثقلین کے ہشتگانہ (آٹھ عدد) اسانید

از احمد بن محمد بن سعید الکوفی المعروف بابن عقدہ کنیۃ ابوالعباس (متوفی ۳۳۲ھ)

واضح ہو کہ صاحب عبقات الانوار میر حامد حسین لکھنوی نے عبقات ص ۱۷۵ جلد اسے لے کر ص ۱۷۷ جلد اتک ابن عقدہ کے ہشت عدد اسانید سخاوی اور سمہودی وغیرہ کے واسطہ سے نقل کئے ہیں اگر یہ اسانید بمع متن مکمل نقل کیے جائیں تو بڑی طوالت ہو جائے گی اب ہم بغرض اختصار صرف عبقات کے درج کردہ اسانید کو پیش کرتے ہیں۔ متون روایت کو ذکر نہیں کریں گے۔ نیز یہ بھی معلوم رہے کہ عبقات میں جو کچھ اسناد ذکر ہوا ہے وہ ابن عقدہ کا مکمل اسناد نہیں ہے۔ بعض اسناد ہے تاہم جو کچھ مندرج ہے۔ اسی کو ہم بھی یہاں اندراج میں لائیں گے۔

نیز یہاں یہ بات بھی ذکر کرنی مناسب ہے کہ ابن عقدہ نے روایت "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے اثبات میں ایک مستقل تصنیف مدون کی ہے۔ اس کا نام کتاب الموالاۃ ہے اور کتاب الولایۃ بھی اسی کا دوسرا نام ہے۔ اس تصنیف میں ابن عقدہ نے روایت من کنت مولاہ الخ کے ساتھ ساتھ روایت ثقلین کے لئے بھی بعض اسانید درج کئے ہیں۔ اب عبقات کی عبارات میں اس تصنیف کا ذکر جا بجا پایا جائے گا۔ ناظرین کرام کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ پہلے سے ان کو مطلع کر دیا جائے۔ ذیل میں آٹھ عدد اسانید درج کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان پر جو ناقدانہ تبصرہ ہے وہ بعد میں یکجا پیش ہوگا۔ کہ ابن عقدہ کس معیار و مقدار کے آدمی ہیں اور ان کی تالیفات و تصانیف کا پایۂ اعتبار کیا ہے؟

(۱)

روایت جابر بن عبداللہ (عبقات ص۱۱۵ جلد ۱)

ابن عقدہ در کتاب الولایت کہ بکتاب الموالاۃ نیز معروف است این حدیث شریف (ثقلین) را بہ ہشت طریق روایت نمودہ چنانچہ این سخاوی در "استجلاء ارتقاء الغرف" در ذکر حدیث ثقلین مروی از جابر گفتہ و رواہ ابو العباس ابن عقدۃ فی الولایۃ "من طریق یونس بن عبداللہ بن ابی فروۃ عن ابی جعفر محمد بن علی جابر رضی اللہ عنہ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فلما رجع الجحفۃ الخ

(۲)

علی المرتضیٰ (عبقات ص۱۲۶ جلد ۱)

و نیز سخاوی در استجلاء ارتقاء الغرف گفتہ و اما حدیث خزیمۃ فھو عند ابن عقدۃ من محمد بن کثیر عن فطر و ابی الجارود کلاھما عن ابی الطفیل ان علیاً رضی اللہ عنہ قام فحمد اللہ و اثنیٰ علیہ یہ طویل روایت ہے اس میں مجمع کثیر میں حضرت علیؓ کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ جن جن لوگوں نے یوم غدیر خم میں خود نبی کریمؐ سے یہ روایت سُنی ہو وہ گواہی دیں پس سترہ صحابی کھڑے ہو کر گواہی دیتے ہیں اور علی المرتضیٰؓ کی تصدیق کرتے ہیں الخ۔

(۳)

روایت ابن ضمیرہ

نیز سخاوی در استجلاء گفتہ و اما حدیث ضمیرۃ الاسلمی فھو فی الموالاۃ من

حدیث ابراہیم بن محمد الاسلمی عن حسین بن عبداللہ بن ضمیرۃ عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع الخ (عبقات صفحہ ۱۷۶ جلد ۱)

(۴)

حذیفۃ و عامر بن لیلیٰ

واما حدیث عامر فاخرجہ ابن عقدۃ فی الموالاۃ من طریق عبداللہ بن سنان عن ابی الطفیل عن عامر بن لیلیٰ بن ضمرۃ وحذیفۃ بن أسید رضی اللہ عنہما قالا لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ولم یحج غیرھا الخ (عبقات ص۱۷۶ جلد ۱)

(۵)

ابو ذرؓ

نیز سخاوی در استجلاء گفتہ واما حدیث ابی ذر . . . . فاشار الیہ الترمذی فی جامعہ واخرجہ ابن عقدۃ من حدیث سعد بن طریف عن الاصبغ بن نباتہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ اخذ بحلقۃ باب الکعبۃ فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - (عبقات ص۱۷۷ جلد ۱)

(۶)

روایت ابی رافع مولیٰ

واما حدیث ابی رافع فھو عند ابن عقدۃ ایضاً من طریق محمد بن عبداللہ بن ابی رافع عن جدہ ابی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم مصدرہ من حجۃ الوداع قام خطیباً (عبقات ص۱۷۷ جلد ۱)

(۷)

ام سلمۃ

ونیز سخاوی در استجلاء ارتقاء الغرف گفتہ واما حدیث ام سلمۃ فحدیثہا عند ابن عقدۃ عن حدیث ہارون بن خارجۃ عن فاطمۃ بنت علی عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بید علیؓ بغدیر خم فرفعہا الخ۔ (عبقات ص۱۲۷ جلد ۱)

(۸)

امّ ہانی

واما حدیث ام ہانی فحدیثہا عند ہ ایضاً من حدیث عمر بن سعید بن عمرو بن جعدۃ بن ہبیرۃ عن ابیہ انہ سمعہا تقول رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الخ۔ (عبقات ص۱۲۷ جلد ۱)

نوٹ: روایت "موالاۃ" (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) وروایت ثقلین کو اس ابن عقدہ بزرگ نے بے شمار اسانید کے ساتھ اپنی تصنیفات میں کتاب الموالات یا "کتاب الولایت" وغیرہ ہما میں مدون کیا ہے اور جن لوگوں نے فضائل ومناقب کی تالیفات مرتب کی ہیں ان میں بہت سے لوگوں نے اپنی تالیفات وتصنیفات میں اسی ابن عقدہ کی روایات پر اعتماد کیا ہے اور اسی کی مرویات کو ماخذ قرار دیا ہے اس چیز کا خود صاحب عبقات کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"وہمہ ایں روایات را از ابن عقدہ علامہ نور الدین سمہودی در "جواہر العقدین" واحمد بن الفضل بن محمد باکثیر مکی در وسیلۃ المآل

نیز آوردہ وازیں روایات دو روایات محمود بن علی الشیخانی در صراط سوی از ابن عقدہ نقل کردہ" (عبقات الانوار ص۱۵ ج ۱)

حافظ شمس الدین سخاویؒ کی "استجلاء" اسی نوعیت کی کتاب ہے۔ ابن عقدہ سے اس نے بے شمار روایات اخذ کی ہیں۔ اس طرح ایک کتاب "ینابیع المودة" از شیخ سلیمان البلخی القندوزی کی اہل السنۃ کی جانب منسوب کی جاتی ہے اگرچہ حقیقۃ الامر اس کے خلاف ہے۔ اس میں بھی اس ابن عقدہ سے بے شمار روایات لی گئی ہیں اس قندوزی نے اس کو اپنے ماخذ میں شمار کیا ہوا ہے۔ علی ہذا القیاس لاتعداد مصنفین اور مؤلفین نے ابن عقدہ سے بڑے ذخیرے روایات کے حاصل کئے ہیں۔ اس طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کی ہے۔ یہ کیسے بزرگ ہیں؟ کس مسلک کے آدمی ہیں؟ باب روایت میں ان کا پایۂ اعتبار کیا ہے؟ اب ہم ابن عقدہ کی پوزیشن جو بڑے بڑے علماء رجال وتراجم نے واضح کردی ہے وہ بلاکم و کاست پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد منصف طبائع اور حق و باطل کی تمیز کرنے والے خود فیصلہ کرسکیں گے۔ ہماری جانب سے کسی تبصرہ کی حاجت نہ ہوگی نیز تمام عبارات کا خلاصہ ہم پہلے درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد حوالہ کتاب مع صفحات، یکجا حوالہ جات میں ایک تو اختصار عبارات آجاتا ہے دوسرا یہ کہ ان محولہ مقامات کو من وعن دیکھنے سے ہماری معروضات کی تصدیق پائی جائے گی۔ اب محولہ مقامات کا حاصل ملاحظہ فرمادیں۔

ابن عقدہ کا ذکر خیر!

(۱) اوّل اس کا پورا نام اس طرح ہے۔ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید کوفی المعروف ابن عقدہ۔ یہ "زیدی وجارودی شیعہ" ہے اور مسلّم بین الفریقین

ہے کہ یہ حضرت "زیدی وجارودی" شیعہ ہیں۔

۲- دوم اہل بیت کے فضائل اور بنی ہاشم کے مناقب میں تین لاکھ روایات (علی قول) یا ایک لاکھ بیس ہزار روایات با اسانید اس بزرگ نے روایت کی ہیں۔ ان میں روایت "ثقلین" بھی ہے جو متعدد طرق سے اس نے روایت کر ڈالی ہے۔

۳- یہ بزرگ مشائخ کوفہ کے سامنے روایات تیار کر کے پیش کرتے کہ ان کو آپ روایت کریں اور بعض اوقات خود ان سے راوی و ناقل بن جاتے ہیں۔ خاص کر منکر روایات لانے میں یہ صاحب بڑے مشہور تھے۔

۴- اس نے بڑی ترکیب سے مصنوعی روایات لوگوں میں جاری کی ہیں۔ اس طور پر کہ بڑے بڑے ثقہ و معتمد اسانید مرتب کر کے چلا دیتا ہے اور خود درمیان سے غائب ہو جاتا ہے (بیان اسناد میں راوی کا اپنے آپ کو غائب رکھنا صریح جبل و فریب ہے)

۵- موقعہ پا کر مطاعن صحابہ کرام و مثالب و معائب (خصوصاً شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق) املا کراتا تھا۔ اسی وجہ سے کئی محدثین نے (مثلاً عمرو بن حمویہ) نے اس شخص سے روایت کا نقل کرنا ترک کر دیا تھا اور کئی محدثین نے اس کی روایت رد کر دی تھی۔

۶- نیز یہ شخص شیعوں کے اصول کے اصول اربعہ" (اصول کافی[1] و فروع۔ تہذیب[2] الاحکام۔ الاستبصار[3]۔ من لا یحضرہ[4] الفقیہہ) کا معتمد و مستند راوی ہے۔ تمام شیعی اصحاب رجال و تراجم نے اس کی توثیق و تصدیق کی ہے۔ چنانچہ ہم سُنّی رجال کے بعد شیعہ رجال سے بھی اس کی تائید بطور الزام درج کرنا چاہتے ہیں۔

۷۔ ابن عقدہ بزرگ نے شیعی علماء کے لئے ایک زبردست علمی کارنامہ مرتب کیا ہے اس طرح کہ چھٹے امام جعفر صادق رضؓ تک سب ائمہ کے الگ الگ رجال وتلامذہ ائمہ جمع کر کے کتابیں تدوین کر دی ہیں (اس معاملہ میں متاخرین علماء شیعہ سب اس کے خوشہ چین ہیں اور تا قیامت اس کے مرہونِ منت ہیں)

تاریخ وتراجم ورجال سنی علماء بحوالہ ذیل ملاحظہ ہوں۔

اوّل: تاریخ بغداد جلد پنجم ص ۱۴-۲۲ / ۲۱-۲۲۔
دوم: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی جلد ششم ص ۳۳۶ / ۳۳۷۔
سوم: تذکرہ الحفاظ للذہبی جزء ثالث ص ۵۵، ۵۶۔ طبع دکن
چہارم: میزان الاعتدال ذہبی ص ۶۵ جلد اوّل۔
پنجم: مرآۃ الجنان للیافعی ص ۳۱۱ جلد دوم
ششم: البدایۃ والنہایۃ جلد ششم للحافظ ابن کثیر دمشقی ص ۲۸ ج ۶۷۔
ہفتم: منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۸۶ / ۱۹۲ جلد رابع بحث رد الشمس لعلی رضؓ۔
ہشتم: منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۸۶ / ۱۹۲ جلد رابع بحث رد الشمس لعلی رضؓ۔

برائے ابن عقدۃ تراجم ورجال شیعی بحوالہ ذیل ملاحظہ فرما دیں۔

اوّل: رجال نجاشی طبع ایران تقطیع خورد ص ۶۸۔
دوم: رجال تفرشی طبع ایران ص ۳۱۔
سوم: رجال علامہ حلی " " ص ۹۵۔
چہارم: مجالس المومنین " " تقطیع کلاں ص ۱۲۴ / ۸۸۔
پنجم: جامع الرواۃ از محمد بن علی اربیلی جلد اوّل ص ۶۵، ۶۶، ۱۷۰۔
ششم: منتہی المقال ابو علی ص ۱۰۷-۱۰۸ طبع ایران۔
ہفتم: روضات الجنات از خوانساری ص ۵۸۔

ہشتم: رجال مامقانی تنقیح المقال جلد اول ص۸۵-۸۶۔

نہم: ملخص المقال فی تحقیق احوال الرجال القسم الثانی فی الموثقین ص۱۱۸۔

دہم: تحفۃ الاحباب شیخ عباس قمی ص۱۴۰ مطبوعہ ایران۔

یازدہم: تتمۃ المنتہیٰ شیخ عباس قمی ص۳۰۴۔

تنبیہہ رجال کشی میں یہ بزرگ نہیں پائے گئے۔ اس لئے کہ اس میں بہت قدیم رجال کا تذکرہ ہے اور یہ شخص ۳۳۲ھ کا متوفی ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ ابن عقدہ سے رجال کشی پہلے مرتب ہوئی ہے اگرچہ بعد میں شیخ طوسی نے رجال کشی کا خلاصہ مرتب کیا ہے گویا اس کی ایک قسم کی نئی ترتیب ہے مگر یہ صاحب اس ترتیب رجال کشی میں بھی نہیں لائے گئے۔ ایک رجال کشی کے بغیر مشہور شیعہ رجال کی کتابوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے (جو کتابیں بندہ کے ہاں موجود ہیں) اور توثیق و توصیف کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ مذکور مقامات کی طرف رجوع فرما کر علماء تسلی کر سکتے ہیں امید ہے ہماری گذارشات کی تصدیق ہو جائیگی۔

آخری گزارش

ایک سوال: بعض طبائع کی طرف سے یہ سوال وارد کیا جا سکتا ہے کہ سخاوی اور سمہودی وغیرہ جیسے بڑے بڑے اکابر علماء تو اس کے مسلک پر اعتراض نہ کر سکے، نہ انہوں نے یہ گرفتیں پیدا کیں آج چودھویں صدی میں آ کر اس کی روایات رد کرنے کی یہ تدبیریں تیار کی گئی ہیں۔

اس کے جواب میں اوّل بات تو یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے ابن عقدہ کے متعلق چیزیں فراہم کی ہیں۔ ان سب میں ہم ناقل ہیں اہل سنت کے سات عدد مشاہیر اہل علم ابن عقدہ پر مذکورہ تنقیدات اپنی اپنی تصنیفات میں ثبت فرما چکے ہیں ان حقائق کو آج کی خود ساختہ تدابیر قرار دینا بڑی ناانصافی ہے۔ صحت نقل

کے ہم ذمہ دار ہیں مذکورہ مقامات مکمل دیکھ لئے جائیں۔ اس میں خیانت نہ ہوگی انشاء اللہ۔ البتہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابن عقدہ کے متعلق ہمارے مصنفین و اہل تراجم نے بڑی بڑی توثیق بھی درج کی ہے لیکن جن علماء پر اس کی حقیقت منکشف ہوگئی ہے۔ انہوں نے ساتھ ہی اس پر مفصل تنقید بھی درج کردی ہے اور جن لوگوں کے ہاں اس کی تصویر کا دوسرا رُخ سامنے نہیں آسکا انہوں نے صرف مدح و توثیق لکھ دی ہے اور وہ اس درجہ میں ایک گونہ بالکل معذور ہیں۔ البتہ قاعدہ الجرح مقدم علی التعدیل کے تحت ان کی توثیقات کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ شیعی علمائے تراجم کی تصریحات ہمارے علماء کی تنقیدات کی تائید کرتی ہیں اس طرح کہ سُنّی علماء کہتے ہیں یہ شخص (ابن عقدہ) زیدی جارودی شیعہ ہے۔ شیعہ اہل علم بھی کہتے ہیں کہ بالکل صحیح ہے۔ یہ زیدی جارودی شیعہ ہے، ہمارے ہاں معتبر و مستند راوی ہے، اس کی بڑی بڑی تصنیفات مقبول ہیں۔" ایسے حالات میں جب کہ یہ شخص بین الفریقین مسلّم شیعہ ہے تو اس کی مرویات متنازعہ فیہ مسائل میں بے چوں وچرا کیوں کر تسلیم کی جاسکتی ہیں؟ اور اس فن کے علماء نے فرمایا ہے کہ بدعتی (مثلاً شیعہ خارجی وغیرہ) کی روایت جبکہ وہ اس کے مذہب کی طرف داعی ہو تو قبول نہیں کی جاتی۔ یہ ہماری معروضات اپنے قواعد کے موافق پیش کی جارہی ہیں۔ تحکم اور سینہ زوری کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس باب میں ابن عقدہ کی روایات پر بالکل اعتماد نہیں ہے فلہذا یہ متروک ہیں۔

اسناد ثقلین دعلج بن احمد بن دعلج السجزی (متوفی ۳۵۱ھ)

اہلِ علم کو معلوم ہے کہ یہ سجزی دارقطنی محدث کا بھی شیخ ہے اور حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک کا بھی صاحب عبقات نے روایت ثقلین اس سے باسند نقل کی ہے۔ اس کے متعلق ہم نے یہ واضح کرنا ہے کہ سجزی کی روایت مع سند تمام تر وہی ہے جو مستدرک حاکم کی روایات میں تیسری روایت اپنے اسناد کے ساتھ مندرج ہے اس کا اسناد اس طرح ہے کہ دعلج سجزی انبانا محمد بن ایوب ثنا الازرق بن علی ثنا حسان بن ابراہیم الکرمانی ثنا محمد بن سلمۃ بن کہیل عن ابیہ عن ابی الطفیل ابن واثلۃ انہ سمع زید بن ارقم رضی یقول نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین مکۃ والمدینۃ الخ اس سند پر مستدرک حاکم کی روایت سوم کے تحت مفصل کلام درج ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ سند محمد بن سلمہ مذکور کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ اس کے بارے میں یہ الفاظ علماء رجال نے درج فرمائے ہیں کہ کان ضعیفا، ذاہب واہی الحدیث، کان یعد من متشیعی الکوفۃ، طبقات ابن سعد۔ میزان الاعتدال۔ لسان المیزان عسقلانی وغیرہ۔

صاحب عبقات الانوار نمبر۱۷۸ جلد اول پر اس کو مندرج کیا تھا

تنبیہ: مذکورہ جرح کے بعد مزید کسی جواب کی حاجت نہیں ہے۔ مگر یہ چیز تو ناظرین کرام پر واضح ہونی چاہیئے کہ جب دعلج سجزی کی سند اور حاکم کی سند سوم ایک ہی چیز ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ من وعن وہی رواۃ اور وہی روایت ہے اس کو الگ الگ اسناد قائم کرکے جدا جدا روایت بنا کر پیش کرنا صریح جعل اور دھوکہ ہے۔ یا فریق مخالف پر کثرتِ حوالہ جات کا رعب قائم کرنے کے لئے اور کتاب کو ضخیم بنانے کے لئے یہ تمام کاروائی کی جا رہی ہے۔

روایت ابی بکر محمد بن عمر بن محمد بن مسلم التمیمی المعروف

(با بن جعابی (المتوفیٰ ۳۵۵ھ)

عبقات ص۱۸ جلد اوّل میں لکھا ہے کہ سخاوی در استجلاء گفتہ :

رواہ الجعابی من حدیث عبد اللہ بن موسیٰ عن ابیہ عن عبد اللہ بن حسن عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی مخلف فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ عز وجل طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم وعترتی اھل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض ۔ ونور الدین سمہودی در جواہر العقدین در ذکر طرق ایں حدیث شریف گفتہ۔

(عبقات الانوار ص۱۸ جلد ا)

ناظرین کے سامنے عبقات کی عبارت بلفظہ پیش کی گئی ہے۔ استجلاء سخاوی یا جواہر القرآن سمہودی ہمارے ہاں موجود نہیں ہے۔ باوجود تلاش کے نہ مل سکی مقصد یہ تھا کہ ابن الجعابی کی مکمل سند میسر ہو سکے تاکہ اس کی صحت وسقم وقوت ضعف کا اندازہ ہو سکے میر حامد حسین صاحب عبقات نے جعابی کی پوری سند روایت ہذا نہیں نقل کی صرف حوالہ سخاوی وسمہودی کا حوالہ دے کر بات ختم کر دی ہے کتب بالا یہاں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے پوری سند حاصل کرنا دشوار ہے۔ فللذا ہم اس روایت کے صحت وسقم کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ روایت مذکورہ مکمل اسناد کے ساتھ سامنے لائی جائے اگر صحیح ہوئی یعنی اسناداً ومتناً تو قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔

جن حضرات کو عبقات الانوار کے مطالعہ کا اتفاق ہوا وہ خوب جانتے

ہیں کہ صاحب عبقات نے بہت سے مصنفین ومحدثین کی جانب اس روایت کو منسوب کیا ہے مگر حوالہ مکمل باسند نہیں پیش کیا۔ حالانکہ جب وہ اس روایت کو لفظاً ومعنیً متواتر ہماری کتب سے ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ اس روایت کو مکمل اسانید صحیحہ کے ساتھ پیش کریں نامکمل اسانید کو جمع کرنا یا اسانید مکمل ہوں غیر صحیح ہوں ان کو فراہم کرنا یہ مقصد کے لئے بالکل غیر مفید ہے

روایت ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک

بن شبیب قطیعی (متوفی ۳۶۰ھ)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ابو بکر قطیعی مذکور کی روایت مع اسناد وہی ہے جو مستدرک حاکم کی روایت دوم ہے اس کی مکمل بحث تو وہاں اسانید حاکم کے تحت مل سکے گی البتہ مختصراً یہ ذکر کر دینا کافی ہے کہ اس سند میں ایک شخص خلف بن سالم المخرمی ہے۔ وہ معائب صحابہ کرامؓ اور مثالب صحابہؓ جمع کرتا تھا اور خالص شیعہ تھا تسلی کے لئے تقریب وتہذیب وتاریخ خطیب بغدادی ملاحظہ فرمالیں۔ لہٰذا اس کی روایت شیعہ سُنی مختلف فیہ مسائل میں مقبول نہیں ہوسکتی۔

تنبیہ: عبقات الانوار جلد اول ص۱۸۵ پر میر حامد حسین صاحب نے اس کو ذکر کیا ہے۔

اسناد از معاجم طبرانی ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب

الطبرانی (متوفی سنہ ۳۶۰ھ)

سند اول از معجم صغیر

حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُصْعَبِ نِ الاَشْنَانِيُّ الكُوفِيُّ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الاَسَدِيُّ ثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ المَسْعُوْدِيُّ عَنْ

كَثِيْرِ النَّوَّاءِ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" لَمْ يَرْوِهٖ عَنْ كَثِيْرِ النَّوَّاءِ اِلَّا الْمَسْعُوْدِيُّ۔

(معجم الصغیر طبرانی طبع انصاری دہلی ص۷۳)

طبرانی کے معاجم سے "روایت ثقلین" و متعدد روایات تلاش کرکے فراہم کی گئی ہیں۔ معجم صغیر سے دو روایت معجم اوسط سے ایک روایت معجم کبیر سے دو روایت دستیاب ہوئی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ ہے کہ ناظرین باتمکین کی خدمت میں ہر ایک سند کی متعلقہ تحقیق پیش کی جائے۔ اگر ضوابط محدثین کے موافق یہ روایات صحیح پائی جائیں تو بسروچشم مقبول ہیں اور دل وجان سے تسلیم ہیں اور اگر کوشش کے باوجود بھی معیار صحت کے قریب نہ ہوسکیں تو لامحالہ ان کو رد کرنا ہوگا۔ سند اوّل کے رواۃ کی موجودہ پوزیشن پیش خدمت ہے۔

سند مندرجہ بالا میں اس وقت ہم صرف تین آدمیوں عباد بن یعقوب اسدی کثیر النواء، عطیہ عوفی کے متعلقات درج کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے رواۃ میں بھی کلام ہوسکتا ہے لیکن تطویل کو چھوڑ کر اختصار پر اکتفا کرتے ہوئے صرف ان تینوں کے حالات کا اندراج ہی کافی ووافی تصور کیا جاتا ہے۔ پہلے عباد کا حال ملاحظہ ہو۔

عباد بن یعقوب سُنّی رجال میں

۱۔ تقریب میں ہے:

عُبَادُ بنُ يَعقُوبَ الرَّوَاجِنِيُّ الاسَدِيُّ رَافِضِيٌّ ۔ (تقریب ص۲۵۲)

۲/۳ عُبَادُ بنُ يَعقُوبَ الرَّوَاجِنِيُّ الاسَدِيُّ اِنَّهُ يَشتِمُ السَّلَفَ قَالَ ابنُ عَدِيٍّ عُبَادٌ فِيهِ غُلُوٌّ التَّشَيُّعِ وَرَوىٰ اَحَادِيثَ اُنكِرَتْ عَلَيهِ فِي الفَضَائِلِ وَالمَثَالِبِ... قَالَ صَالِحُ بنُ مُحَمَّدٍ كَانَ يَشتِمُ عُثمَانَ... قَالَ الدَّارقُطنِيُّ شِيعِيٌّ... قَالَ ابنُ حِبَّانَ كَانَ رَافِضِيًّا دَاعِيَةً وَمَعَ ذٰلِكَ يَروِي المَنَاكِيرَ عَنِ المَشَاهِيرِ فَاستَحَقَّ التَّركَ رَوىٰ عَن شَرِيكٍ عَن عَاصِمٍ عَن ذِرٍّ عَن عَبدِ اللّٰهِ مَرفُوعًا اِذَا رَأَيتُم مُعَاوِيَةَ عَلىٰ مِنبَرِي فَاقتُلُوهُ ۔ (تہذیب التہذیب ص۱۰۹/۱۱ جلد ۵)

(میزان الاعتدال ص۱۶/۱۷ جلد ۲ طبع مصر)

خلاصہ یہ ہے کہ عباد بن یعقوب رافضی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خلفاء ثلاثہ کو سب وشتم کیا کرتا تھا۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ اس میں تشیع کا غلو پایا جاتا ہے اور اس نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ثقہ لوگوں کے خلاف فضائل صحابہ و معائب صحابہ میں مروی ہیں۔ صالح بن محمد نے کہا ہے کہ عباد مذکور حضرت عثمان کو دشنام دیا کرتا تھا اور دار قطنی نے کہا ہے یہ صاحب شیعہ ہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ رافضی ہے اور اپنے مخصوص عقائد کا زبردست مبلغ تھا۔ نیز منکر روایات مشاہیر لوگوں سے نقل کرتا ہے یہ شخص ترک کر دینے کے قابل ہے۔ اس عباد نے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دینا۔ یعنی ہیچوں قسم جعلی چیزیں چلایا کرتا ہے۔

عباد بن یعقوب شیعہ رجال ہیں

۱ - عُبَادُ بنُ يَعقُوبَ الرَّوَاجِنِيُّ اَبُو سَعِيدٍ... وَبِالجُملَةِ

فَكَوْنُ عُبَّادٍ هٰذَا اِمَامِيًّا مِمَّا لَا يَنْبَغِي التَّامُّلُ فِيْهِ الخ

یعنی اس شخص کے امامی ہونے میں تامل کرنا مناسب ہی نہیں۔

(رجال مامقانی تنقیح المقال ص ۱۲۳/۱۲۴ جلد دوم)

۲- جامع الرواۃ جلد اول ص ۴۳۱ میں شیعہ رواۃ میں درج ہے اس سے روایات شیعی مروی ہیں اور مستند آدمی ہے۔ پانچ عدد روایات صاحب جامع الرواۃ نے اس عباد سے نقل کی ہیں۔ (جامع الرواۃ جلد اول ص ۴۳۱)

دوسرا کثیر النواء ہے جو عطیہ عوفی کا شاگرد رشید ہے اس کے کوائف بھی عبرت انگیز ہیں۔ اصول کافی و فروع کا مشہور راوی ہے اس کو پہلے سُنی رجال میں سے ملاحظہ فرمایا جائے اس کے بعد دوستوں کے حوالہ جات بطور تائید سامنے لائے جائیں گے۔

کثیر النواء سُنی رجال میں

۱- كَثِيْرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ النَّوَّاءُ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ .... شِيْعِيٌّ ضَعَّفَهُ اَبُوْ حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ مُفْرِطٌ فِي التَّشَيُّعِ قَالَ السَّعْدِيُّ زَائِغٌ۔

(میزان الاعتدال ذہبی ص ۳۵۲ جلد دوم)

۲- كَثِيْرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ يُقَالُ ابْنُ نَافِعٍ اَلنَّوَّاءُ .... قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ ... قَالَ الْجَوْزَجَانِيُّ زَائِغٌ قَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيْفٌ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ كَانَ غَالِيًا فِي التَّشَيُّعِ مُفْرِطًا فِيْهِ۔

(تہذیب ص ۴۱۱ جلد ہشتم)

ہر دو حوالہ مندرجہ کا حاصل مقصد یہ ہے کہ کثیر النواء شیعہ بزرگ ہے۔ ابوحاتم و نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ کثیر مذکور شیعہ مسلک میں حد سے گزرنے والا ہے۔ السعدی نے کہا ہے کہ یہ حق سے انحراف

کرنے والا ہے۔ کثیر کو ابو حاتم ضعیف الحدیث کہتے ہیں اور جوزجانی نے اس کو حق کو سے ہٹا ہوا بیان کیا ہے۔ نسائی اس کو ضعیف شمار کرتے ہیں ابن عدی نے کہا ہے کہ کثیر النواء تشیع میں غالی قسم کا آدمی ہے۔ اور حد اعتدال سے بڑھ جانے والا ہے۔"

کثیر النوّاء شیعہ رجال میں

۱/۲ کَثِیْرُ النَّوَّاءِ بْنُ قَارُوْنْدَ اَبُوْ اِسْمٰعِیْلَ (ق) (ج) (رجال تفرشی ص۲۷۶ جامع الرواۃ جلد ۲ ص۲۸)

مطلب یہ ہے کہ کثیر النواء اصحاب صادق علیہ السلام میں سے ہے اور شیخ طوسی نے اس کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔

۳- مامقانی میں ہے: قَدْ عَدَّہُ الشَّیْخُ فِی رِجَالِہٖ تَارَۃً مِنْ اَصْحَابِ بَاقِرٍ بِقَوْلِہٖ کَثِیْرُ النَّوَّاءُ بَتْرِیٌّ وَاُخْرٰی مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ بِقَوْلِہٖ کَثِیْرُ بْنُ قَارُوْنْدَ اَبُوْ اِسْمٰعِیْلَ النَّوَّاءُ وَظَاہِرُہٗ اِتِّحَادُہٗ مَعَ کَثِیْرِ بْنِ قَارُوْنْدَ۔ (رجال مامقانی ص۳۶ جلد ۲ نمبر شمار راوی ع ۶۸۴۱)

یعنی شیخ نے اس کو بعض اوقات امام باقرؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور دوسری جگہ اس شخص کو امام جعفر صادق کے اصحاب میں درج کیا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں شخص متحد ہیں یعنی ایک ہی ذات کے دو نام ہیں تھوڑا سا نام میں فرق ہے ایک جگہ کثیر النواء بتری ہے دوسری جگہ ابن قارون دا بو اسمٰعیل ہے۔

عطیہ عوفی

تیسرے صاحب عطیہ بن سعد عوفی ہیں۔ اس کی تفصیلی بحث ہم نے طبقات ابن سعد کے اسناد میں ذکر کر دی ہے۔ ورق الٹ کر اس کے کوائف مندرجہ پھر ایک دفعہ ملاحظہ کر لئے جائیں تو موجب تسکین خاطر ہوں گے۔

اسنادِ دوم از معجم صغیر طبرانی

حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ الطَّيِّبِ الصَّنْعَانِيُّ ثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ صَبِيحٍ ثَنَا يُونُسُ بْنُ أَرْقَمَ عَنْ هَارُونَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطِيَّةَ عن ابی سعيد الخدری عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ هَارُونَ بْنِ سَعْدٍ إِلَّا يُونُسُ۔ (معجم الصغیر طبرانی ص۷۳)

اس روایت کے اسناد کی طرف توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ پہلے دو صاحبان حسن بن مسلم بن الطیب صنعانی اور عبدالحمید بن بیح تو مجہول ہیں۔ ان کا تو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ ان سے اوپر سہ حضرات (یونس بن ارقم ہارون بن سعد۔ عطیہ۔) شیعی مذہب کے دلدادگان ہیں للٰذا تسلیم روایت کا درجہ خود بخود واضح ہو گیا۔ تفصیلات علی الترتیب ملاحظہ ہوں۔

یونس بن ارقم

... يُونُسُ بْنُ أَرْقَمَ .... لَيَّنَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَرَاشٍ ... قَالَ ابْنُ حِبَّانَ كَانَ يَتَشَيَّعُ (لسان المیزان ص۳۳۲ جلد ۲)

یعنی یونس بن ارقم کو عبدالرحمٰن بن خراش نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ شیعہ بزرگ تھا"

ہارون بن سعد ــــــــ سُنّی رجال ہیں

(۱) هارون بن سعد العجلی ويقال الكوفی الاعور.... قال

كَانَ غَالِيًا فِي الرَّفْضِ لَا تَحِلُّ عَنْهُ الرِّوَايَةُ بِحَالٍ.....
قَالَ الدوري كَانَ مِنْ غُلَاةِ الشِّيْعَةِ ... قَالَ السَّاجِي كَانَ
يَغْلُوْ فِي الرَّفْضِ .... (تہذیب ص۶ جلد۱۱)

یعنی ہارون بن سعد عجلی جعفی اپنے مذہب رفض میں غالی تھا۔ کسی حال میں اس شخص سے روایت کرنی حلال نہیں ہے اور دوری نے کہا ہے کہ غالی قسم کے شیعوں میں سے تھا۔ الساجی کہتے ہیں کہ مذہب رفض میں غلو رکھتا تھا۔

(۲) "هَارُوْنُ بْنُ سَعْدِ نِ الْعِجْلِيُّ صَدُوْقٌ فِي نَفْسِهِ لٰكِنَّهُ رَافِضِيٌّ بَغِيْضٌ"۔
یعنی ہارون مذکور اگرچہ اپنی جگہ صدوق ہے لیکن کینہ ور رافضی ہے۔"
(میزان ذہبی ص۲۴۷ جلد۳)

ہارون بن سعد ——— شیعہ رجال میں

(۱) هَارُوْنُ بْنُ سَعْدِ نِ الْعِجْلِيُّ الْكُوْفِيُّ۔ (ق) — جامع الرواۃ ص۳۰۸ ج۲
(۲) هَارُوْنُ بْنُ سَعْدِ نِ الْعِجْلِيُّ (ق) — رجال تفرشی ص۳۶۶
(۳) .... عَدَّهُ الشَّيْخُ فِي رِجَالِهِ مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ — رجال مامقانی ص۲۸۴ ج۳

یعنی ہارون مذکور کو شیخ طوسی نے اپنے رجال میں امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔

عطیہ بن سعد عوفی

تیسرے بزرگ عطیہ عوفی ہیں جن کے حالات بڑی وضاحت سے پہلے گزر چکے ہیں اس نے اپنے شیخ محمد بن السائب کلبی کی کنیت ابو سعید

قائم کر رکھی تھی۔ تاکہ لوگ ابو سعید خدری صحابی تصور کریں۔ اس طرح کلبی صاحب کی مجوزہ روایات اس نے قوم میں خوب پھیلائی ہیں۔

روایت از معجم اوسط (طبرانی)

سنہ ۳۶۰ھ

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ الخ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ رِجَالٌ مُخْتَلَفٌ فِیْھِمْ۔ (مجمع الزوائد ص۱۶۳ جلد ۹ للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی)

اوّلاً۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ طبرانی کی معجم اوسط ہو یا معجم کبیر ہو اس کو زمانہ کے نوادرات میں شمار کیا جاتا ہے اصالتہً یہ ہر دو معجم ہم کو میسر نہیں ہیں۔ جس کا از حد افسوس ہے البتہ مجمع الزوائد ہیثمی کے ذریعہ ہم ان معاجم کی روایات سے منتفع ہو رہے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے مذکورہ مندرجہ روایت کے اسناد کے حق میں یہ الفاظ ثبت فرمائے ہیں کہ یہ ایسا اسناد ہے جس کے رواۃ مختلف فیہ لوگ ہیں یعنی اسماء رجال والوں کے نزدیک یہ لوگ متفق علیہ نہیں اور معتمد علیہ بالاتفاق نہیں ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ روایت صحیح الاسناد نہیں ہے۔ اصل مقصد یہ تھا کوئی روایت صحیح اسناد کے ساتھ (جس کے رواۃ مجروح نہ ہوں اور ثقہ ہوں نیز بدعتی بھی نہ ہوں)۔ دستیاب ہو جائے بصد افسوس یہ اظہار کیا جاتا ہے کہ طبرانی سے معیار صحت پر پوری اترنے والی تا حال کوئی روایت ثقلین کی نہیں مل سکی۔

ثانیاً: یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس سند میں صرف ایک آدمی مجروح نہیں ہے بلکہ متعدد رجال ہیں جن میں کلام ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بحث کہ وہ رجال مختلف فیہ

کون کون بزرگ ہیں ہمارا خیال یہ ہے کہ ابو سعید خدری کے نیچے عطیہ عوفی ہے اور پھر عطیہ عوفی کے نیچے اور کچھ لوگ قابل قدح وجرح چلے گئے ہیں جن کی صحیح تعیین یا کم از کم نشان دہی بہت مشکل ہے جب تک کہ خود کتاب معجم اوسط طبرانی نہ مل جائے۔

اب ہم اس بات پر قرائن پیش کرتے ہیں کہ مذکور سند میں ابو سعید کے تحت عطیہ صاحب ہی تشریف فرما ہیں وجہ یہ ہے کہ ہم کو جتنی "روایات ثقلین" جتنی کتابوں سے دستیاب ہوئی ہیں ان میں جہاں جہاں بھی ابو سعید خدری سے یہ روایت نقل کی گئی ہے وہاں سب جگہ ابو سعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہی ہے کسی ایک جگہ بھی ابو سعید سے ناقل عطیہ کے بغیر کوئی اور صاحب ہم کو نہیں مل سکا۔

۱۔ طبقات بن سعد کی سند میں بھی ابو سعید کا شاگرد عطیہ ہے۔
۲۔ مسند احمد کی چہار سندوں میں بھی ابو سعید کا شاگرد عطیہ ہے۔
۳۔ ترمذی کی ایک سند میں بھی اسی طرح ابو سعید کا شاگرد ہے۔
۴۔ مسند ابی یعلی کی سند میں بھی یہی عطیہ ابو سعید کا شاگرد ہے۔
۵۔ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی کی ایک سند میں بھی ابو سعید کے نیچے متصلاً عطیہ عوفی ہی جلوہ افروز ہے۔ پہلی چار کتابوں کے اسانید تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب دوبارہ غور سے توجہ فرما لیں اور آخری کتاب "تذکرۃ الخواص" کے اسانید انشاء اللہ عنقریب آپ کے سامنے رکھے جائیں گے۔ اور یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔
۶۔ معجم صغیر طبرانی کی ہر دو روایات مندرجہ بالا میں بھی ابو سعید کا شاگرد عطیہ ہی ہے تو کل دس عدد اسانید ایسے ٹھہرے جن میں ابو سعید کے تحت متصلاً عطیہ صاحب کارفرما ہیں۔

فلہٰذا ان مشاہدات کے پیش نظر ہمیں تو یقین ہے کہ مذکورہ بالا سند

میں جو رجال قابل کلام قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں پہلے نمبر پر یہی عطیہ صاحب ابو سعید کا شاگرد رشید ہے اور ابو سعید سے مراد صحابی نہیں بلکہ محمد بن السائب کلبی ہے جیسا کہ متعدد بار یہ نکتہ واضح کیا گیا ہے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا روایت جو اوسط طبرانی سے منقول ہے اس میں مشکل یہ درپیش آرہی تھی کہ صاحب مجمع الزوائد نے اس کے اسناد کے حق میں یہ کہہ دیا تھا کہ "فِی اِسْنَادِہٖ رِجَالٌ مُخْتَلَفٌ فِیْھِمْ" اب ان رجال کی تعیین میں محض گمان و تخمین سے کام لے کر ہم نے یہ رائے قائم کی تھی ابو سعید خدری کے نیچے عطیہ عوفی ہے اور عطیہ کے تحت اس سند میں اور لوگ بھی غیر معتبر و غیر معتدبہ موجود ہیں، پچھلے دنوں حسن اتفاق سے عبقات الانوار میر حامد حسین لکھنوی شیعی کی وہ جلد مطالعہ سے گزرے جو خاص بحث ثقلین کے لئے میر صاحب شیعی موصوف نے مدون کئے ہیں اس میں جہاں طبرانی کے اسانید ذکر کئے ہیں۔ وہاں میر حامد حسین نے مذکورہ اسناد کے حق میں تصریح کی ہے کہ رواہ الطبرانی فی الاوسط من حدیث کثیر النواء عن عطیۃ (عبقات الانوار ص ۱۸۲ جلد اول) الحمد للہ جو بات محض تخمین کے ذریعہ ہم نے متعین کی ہے وہ واقع میں بھی صحیح ثابت ہوئی یعنی اسناد بالا میں ابو سعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہے اور عطیہ کا شاگرد کثیر النواء ہے اور عطیہ اور کثیر النواء دونوں مجروح ہیں اور خالص شیعہ ہیں لہٰذا قبول روایت کا مسئلہ واضح ہو گیا۔ الحمد للہ!

روایت از معجم کبیر طبرانی (المتوفی ۳۶۰ھ)

اسناد اوّل

عن ابی الطفیل عن حذیفۃ ابن اسید الغفاری قال لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حجۃ الوداع فقال ایہا الناس انہ قد انبأنی اللطیف الخبیر انہ لن یعمر نبی الا مثل نصف عمر النبی الذی یلیہ من قبل وانی اظن انی یوشک ان ادعی

فاجيب و انى فرطكم على الحوض و انى سائلكم حين تردون علیّ عن الثقلين فانظروا كيف
فيهما الثقل الاكبر كتاب الله عزوجل سبب طرفه بيد الله وطرف
بايديكم فاستمسكوا به ولا تضلوا ولا تبدلوا وعترتى اهل بيتى فانه قد انبأنى
اللطيف الخبير انهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض (رواه الطبرانی فی الکبیر وفیہ زید بن الحسن الانماطی منکر الحدیث

(مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۶۵ ج ۹ جلد نہم از نورالدین علی بن ابی بکر۔ الہیثمی)

معجم کبیر کی مذکورہ روایت مجمع الزوائد سے ہم نے نقل کی ہے، حافظ نورالدین ہیثمی سند روایت تو نہیں نقل کرتے لیکن اس سند پر ایک اجمالی تنقید درج کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام میں بھی انہوں نے سند ہذا میں ایک شخص زید بن حسن الانماطی پر جرح کر کے نشاندہی کر دی ہے۔

۱۔ ایک تو ینابیع المودۃ ص ۲۹ جلد اول میں بحوالہ نوادر الاصول حکیم ترمذی بعینہٖ یہی روایت مکمل سند کے ساتھ مل گئی ہے۔ اس کا اسناد مکمل اس طرح درج ہے۔

وفى نوادر الاصول حدثنا ابى قال حدثنا زيد بن حسن قال حدثنا معروف بن بودمكى عن ابى الطفيل عامر بن واثلة عن حذيفة بن اسيد الغفارى قال لما صدر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حجة الوداع الخ (ینابیع المودۃ ص ۲۹ جلد ا باب رابع)

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ حذیفہ ابن اسید سے یہ روایت حلیۃ الاولیاء اصفہانی ص ۳۵۵ جلد اول پر بھی زید بن حسن کے واسطہ سے پائی گئی ہے عنقریب حلیۃ الاولیاء سے یہ روایت ثقلین نقل ہوگی۔ پورا اسناد اس طرح ہے۔

حدثنى محمد بن احمد بن حمدان ثنا حسن بن سفيان حدثنى نصر بن عبد الرحمٰن الوشاء ثنا زيد بن حسن الانماطى عن معروف بن خربودمكى عن ابى الطفيل عامر بن واثلة عن حذيفة بن اسيد الغفارى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

۳۔ تیسری عرض یہ ہے کہ حذیفہ بن اسید کی اس روایت کا اسناد جس میں زید بن حسن انماطی موجود ہوں تاریخ خطیب بغدادی جلد ہشتم ص ۴۴۲ پر بھی دستیاب ہوا ہے۔ خطیب بغدادی کا مکمل اسناد مع روایت انشاء اللہ اپنے مقام پر درج ہوگا۔ مگر اس کا ضروری حصّہ ہم یہاں ناظرین کے لئے تحریر کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن حسن النقاش املاء اخبرنا المطین حدثنا نصر بن عبد الرحمٰن ثنا زید بن الحسن عن المعروف عن ابی الطفیل عن حذیفہ بن اسید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخ (تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ۴۴۲ جلد ہشتم)

حاصل یہ ہے کہ ینابیع المودۃ بحوالہ نوادر الاصول اور حلیۃ الاولیاء اور تاریخ بغداد کے ہر سہ اسانید پر نظر انصاف ڈالنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ معجم کبیر طبرانی کی روایت کا مذکور اسناد یقیناً اس طرح ہے۔

حدثنا زید بن حسن الانماطی عن معروف بن خربوذ المکی عن ابی الطفیل عامر بن واثلۃ عن حذیفۃ الخ

اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ عرض کریں گے کہ اسناد ہذا بالکل غیر مقبول ہے۔ زید بن حسن انماطی اور معروف مکی (استاذ شاگرد) دونوں کے کوائف پورے بسط کے ساتھ قبل ازیں نوادر الاصول حکیم ترمذی کے اسناد اوّل کے تحت مفصّل پیش کئے جاچکے ہیں۔ وہاں واضح ہوگیا ہے کہ یہ دونوں راوی ناقابل اعتماد اور مجروح ہیں۔

اسناد دوم

معجم کبیر طبرانی کی دوسری روایت بھی مجمع الزوائد ہیثمی کے حوالہ سے ہم نقل کرتے ہیں۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن زید بن ثابت رضی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی ترکت

فیکم خلیفتین کتاب اللہ و اھل بیتی و انھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض.
رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ (مجمع الزوائد ص۱۷۰ جلد اول)

اس روایت کا تمام اسناد تو اصل کتاب طبرانی کے نہ میسر ہونے کی وجہ سے نہیں مل سکا البتہ دوسرے قرائن ایسے دستیاب ہیں جن کی وجہ سے اس روایت کے اسناد کا بعض حصہ یقیناً حاصل ہو جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے کہ زید بن ثابت صحابی مذکور سے "روایت ثقلین" دوسری کتابوں میں بھی پائی گئی ہے۔ ایک مصنف بن ابی شیبہ ص ۱۲۱ جلد چہارم میں دوسری مسند احمد جلد پنجم ص ۱۹۰-۱۸۹ میں تیسری مسند عبد بن حمید ص ۱۰۷ پر بھی یہی روایت درج ہے۔ یہ تینوں روایات مع اسانید اپنے اپنے مقام پر ہم درج کر چکے ہیں۔ اب ان سب مقامات مذکورہ میں زید بن ثابت صحابی سے روایت کرنے والا القاسم سے نقل کرنے والا الرکین ہے اور رکین کا شاگرد شریک بن عبداللہ ہے اسی طرح یہاں معجم کبیر طبرانی میں بھی یہ سلسلہ اسناد اس طرح ہے

شریک بن عبداللہ عن رکین عن القاسم بن حسان عن زید بن ثابت سلسلہ اسناد ہٰذا پر مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد کی روایات کے تحت ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔ بار بار اعادہ کی حاجت نہیں۔ مختصر یہ کہ یہ اسناد محدثین کے ضوابط کے اعتبار سے مقبول نہیں۔ یعنی شریک بن عبداللہ اور رکین دونوں مجروح ہیں۔
جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہمیں معلوم ہے کہ دوست اس چیز پر سخت نالاں ہوں گے اور رجما بالغیب کا فتوے صادر فرمائیں گے۔ کہا جائے گا کہ یہ محض قیاس آرائی سے صحیح اسناد کو رد کیا جا رہا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ بحث بڑی آسانی سے اس طرح طے ہو سکتی ہے کہ ہمارے دوست ہمت کر کے معجم کبیر طبرانی اصل کتاب سے زید بن ثابت کی مذکورہ روایت سند تمام کے ساتھ پیش کر دیں۔ اگر وہ اسناد